رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

REGD NO L 67

جلد ۱۱ | ۱۶ ظہور ۱۳۴۱ ہش ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء | نمبر ۳۳

اخبار احمدیہ

نخلہ ۱۰ اگست (بوقت ۱۰ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں آج کی شائع شدہ اطلاع مظہر ہے کہ

کل شام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو اعصابی ضعف اور بے چینی کی تکلیف رہی رات نیند اچھی آگئی۔ اس وقت نام طبیعت نسبتاً اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولیٰ کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۱۳ اگست۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

جنم اشٹمی کا مبارک دن

از مکرم سید شجاعت علی صاحب ساہیہ رتن بھاکر قادیان

"بھگوان اپنے (انا کھو دلاوارث) بچوں کی پکار سنکر آیئے۔ جنم اشٹمی آگئی۔ اور تم نہ آئے"

(سدرشن چکر کرشن نمبر ۱۶ اگست ۱۹۲۵ء صفحہ ۲۵)

"آہ گوپال! ہمارے یہ دکھ بھرے اُن بے زبانوں کی آہ بھی آپ نہیں سنتے۔ شاید بھارت سے اب آپ کو پریم نہیں۔ اگر یہی بے اعتنائی تھی تو پھر کہا کیوں تھا" یدا یداہی دھرمسیہ۔ کہ جب جب دھرم کا ناش ہوگا۔ میں آؤں گا۔ یہ وعدہ خلافی تری شان کے خلاف ہے۔ ہزاروں برس سے ہم راہ دیکھ رہے ہیں۔ ہر سال تیرا جنم دن مناتے ہیں۔ اور اسی امید پر ہر سال لاکھوں بار دعائیں کرتے ہیں پھر کیا ہم مایوس ہی رہیں گے؟"

(سدرشن چکر کا کرشن نمبر ۱۷ اگست ۱۹۲۹ء صفحہ ۲)

جنم اشٹمی آتے ہی ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہندو دھرم میں اسی قسم کی صدائیں بلند ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔

جنم اشٹمی کا تہوار بطور رسم

مگر جب جنم اشٹمی کا مبارک تہوار محض رسمی طور پر منایا جائے تو پھر اس حقیقت پر کس کو غور کرنے کی فرصت ہے۔ جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک شاعر اواز میں اشارہ کیا گیا ہے سے

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے
سرزمین ہند میں چلتی ہے نہرِ خوشگوار

علوم جدیدہ کی وسیع اشاعت اور سائنس کی حیرت انگیز ایجادات اور اس کے کرشمات سے انسان بجائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کے لامتناہی اور غیر محدود صفات اور پُر اسرار عالم کی تخلیق پر غور کر کے اس کا پہلے سے کئی گنا شکر گذار ہوتا اور اس کی حمد و ثناء کرتا۔ الٹا اندھا دھند دہریت کے اس دلدل میں پھنس گیا جہاں اُسے یا تو نفرت اور عداوت ملی یا پھر سفاکیت اور درندگی اور الٰہی نوشتوں کے مطابق دنیا کی یہ حالت ہوتی مستقد رہی تھی۔ کہتے ہیں تاریخ اپنے دور دہراتی ہے۔ ہر زمانے میں جب انسان کو کچھ مادی ترقی حاصل ہوئی۔ اس کا رجحان تعیش کی طرف چلا جاتا رہا ہے۔ سوائے چند افراد کے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا اور باقی زمانوں کے لوگ اپنی اصل کو بھلا کر شاخوں پر بھٹکنے لگتے ہیں مغز کو بھول کر چھلکے کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بظاہر وہ سمجھتے یہ ہوتے ہیں کہ ہم ترقی یافتہ قوم بن چکے ہیں یا تہذیب کی منازل طے کرتے ہوئے ترقی کے مینارہ پر تیزی کے ساتھ گامزن ہو رہے ہیں۔ مگر در اصل وہ تباہی کے دروازے پر پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ انسانیت کی روح اُن کے اندر سے اسی طرح سے پرواز کر چکی ہوتی ہے جیسے کبوتر گنبد سے!!

جنم اشٹمی کا پس منظر

جماعت احمدیہ اسبات پر یقین رکھتی ہے کہ ویدک تعلیم میں بھی خدا اللہ کا نور تھا مگر افسوس کہ امتداد زمانہ کے ہاتھوں وہ محفوظ نہ رہ سکا۔ حضرت شری کرشن جی مہاراج کی بعثت کے وقت ویدک دھرمی اس تعلیم کے مغز کو بھلا کر اس کی ظاہری تشبیہات کو ہی اصل سمجھنے لگے تھے چنانچہ اس وقت ہندوستان کے عوام کا ایک حصہ تو ویدک یگیوں اور کرم کانڈوں میں ملوث تھا۔ تو دوسرا حصہ دہریت کا شکار ہو رہا تھا۔ اور بیچاری انسانیت دونوں چکی کے پاٹوں کے بیچ میں پس رہی تھی نام نہاد مذہبی لوگوں میں جراسندھ وغیرہ کے انسانیت سوز یگیہ اور کرم کانڈوں نیز راجہ کنس کی دہریت اور آمریت کی بربریت اور سفاکیت کی دردناک داستانوں سے اس زمانہ کی تاریخ بھری پڑی ہے۔

دہریت کے علمبردار کنس کا ایک ہی نعرہ تھا کہ ایشور اور مذہب نعوذ باللہ بے وقوفوں کی ایک من گھڑت باتیں ہیں۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کے دین کو مٹانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے الہام کے منکر کنس نے اس پیشگوئی کو جو اس کی تباہی کے لئے کی گئی تھی جھوٹا اور انسانی افتراء ثابت کرنے کے لئے جس سفاکیت کا نظارہ پیش کیا۔ اس کا تصور جسم میں لرزہ پیدا کر دیتا ہے اس نے سمجھا کہ انسان ہی سب کچھ ہے خدا نام کی کوئی چیز نہیں۔ انسان کی یہ اپنی زندگی۔ موت سبھی کچھ ہمارے ہاتھ میں ہے جس کو چاہیں زندہ رکھیں جس کو چاہیں موت کے گھاٹ اتار دیں۔ چنانچہ اس کا ثبوت خود اس کا اپنا عمل ہے۔ متھرا کے مقام پر بے شمار معصوم بچوں کا قتل ہوا۔ اور اصل کرنے والوں کو دردناک سزائیں اور ایذائیں دی گئیں۔ اس کا خیال تھا کہ میرا طریق کار اور میرا انتظام ہی دنیا میں انسانیت کے حقوق کی حفاظت کرنے کا واحد ذریعہ ہے یہی اور حقیقی امن اسی طرح قائم ہو سکتا ہے۔

دوسری طرف مذہب کے ٹھیکیداروں نے مذہب کی اصل غرض کو پس پشت ڈال کر ظاہری کرم کانڈوں میں اتنے آگے بڑھ گئے تھے کہ خون انسان کی ارزانی ہو چکی تھی اس زمانہ کی تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ یگیوں میں ہزاروں جانوروں کو کاٹ کر آگ کی نذر تو کرتے ہی تھے انسان کو بھی ذبح کر کے یگیہ کی آہوتی بنا کر یگیہ کے دیوتاؤں کو رجھایا جاتا تھا۔ جراسندھ کا یگیہ اس کا بین ثبوت ہے۔ جس میں اس نے اسی کے قریب چھوٹے موٹے راجاؤں کو ذبح کر کے ڈالنے کے لئے انہیں پکڑ کر قید کر رکھا تھا۔ تاکہ انہیں کچھ عرصہ کھلا پلا کر موٹا تازہ اور تیار رکھا جائے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ خوب موٹا تازہ کر کے ذبح کرنے سے دیوتا زیادہ خوش ہوتے ہیں الغرض دو انتہا پسند انسان نہ صرف خدا کو بھول چکا تھا بلکہ اگر کچھ لوگوں میں مذہب نام کی کوئی چیز تھی۔ تو وہ بھی انسانیت اور مخلوق خدا کے لئے ایک وبال جان بن چکا تھا

اللہ تعالیٰ نے عین ایسے وقت پر حضرت شری کرشن جی کو مبعوث فرمایا۔ جبکہ اس کی سخت ضرورت تھی مسبب الاسباب خدا تعالیٰ نے حضرت شری کرشن جی مہاراج کو پیدا ہوتے ہی ظالم کنس کے خونی ہاتھوں سے بچا کر معجزانہ طور پر متھرا سے گوکل میں محفوظ جگہ پہنچا دیا۔ جہاں آپ نا جانند کے گھر پر وان چڑھتے رہے آپ نے زمانہ بچپن میں نہ صرف ظاہری علوم اعلیٰ پیمانہ پر حاصل کئے بلکہ جسمانی طاقت اور بہادری کے کرتب سیکھنے میں (باقی صفحہ پر)

مدیر مسئول: ... ایم ... پرنٹر پبلشر نے ... آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان - مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء

مولانا حفظ الرحمٰن کے بعد؟

ہمارے عظیم تر ملک بھارت میں سیکولرازم کے نفاذ اور باوجود اس کے کہ ملک کے عالمی شہرت رکھنے والے رہنما پنڈت نہرو نے سیکولرازم کی شاہراہ پہ عوام کو چلانے کی متواتر اور انتھک کوشش کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ ازم ملک اور قوم کے لئے اچھے نتائج پیدا کرنے کا باعث ہوا ہے۔ یہ حقیقت اپنی جگہ پر بڑی ہی تلخ اور واضح اور اہم ہے کہ ملک میں فرقہ داریت کی روح کو کلی طور پر کچلا نہیں جا سکا۔ اور بھارت کے وسیع خطے میں گاہے گاہے کسی نہ کسی کونے سے فرقہ داریت کا لاوا ابل نکلتا ہے اور سینکڑوں ہزاروں ناکردہ گناہوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور اس کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ کچھ صحیح اور کچھ غلط خبروں کے ردِ عمل کے طور پر ملک کے متزلزل ذہنوں میں جذبات برانگیختہ ہوتے ہیں۔ اور الزامات لگائے جاتے ہیں۔ اور اس طرح ایک فرقہ دوسرے پر اور دوسرا پہلے پر مختلف قسم کی بے شمار باتیں وضع کرتا ہے۔ اور ملک کی فضا میں ایک تکدر پیدا ہو جاتا ہے جسے بڑی مشکل سے ملک کے رہنما سمیٹتے ہیں۔ لیکن ابھی ایک واقعہ کے ذکر اور تفتیش کی تحقیقات ختم ہی ہوتے ہیں تو دوسرا واقعہ رونما ہو جاتا ہے۔ اور یہ عجز و آفاقت ابھی ملک کی عزت کو نقصان پہنچا جاتے۔ بہرحال یہ امور ملک و قوم کی بدنامی کا باعث بنتے رہتے ہیں۔

قدرتی طور پر بھارت کے مسلمان جو اس وقت بدقسمتی سے اقلیت میں ہیں اپنے ان واقعات کا نشانہ بنتے ہیں۔ اور چونکہ یہ حالات و واقعات ہی انہیں احساس کمتری کا شکار بنا رہا ہے اس لئے جب بھی کوئی ایسا واقعہ رونما ہوتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بے سہارا جاننے لگتے ہیں۔ گو ہم اس امر کے مؤید نہیں ہیں کہ احساس کمتری کا شکار رہنا اور اپنے آپ کو بے سہارا خیال کرنا ان کے لئے جائز ہے۔ تاہم حقیقت حال یہی ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ جب کبھی مسلمانانِ بھارت میں سے کوئی عظیم اور ملک گیر شخصیت اٹھ جاتی ہے تو ایک زلزلہ سا بپا ہو جاتا ہے۔ اور مسلمانوں پر ایک طرح کی یتیمی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ایک بڑا ستون جس کے سہارے ان کی عمارت قائم تھی گر گیا ہے۔

چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد کی وفات حقیقتاً مسلمانانِ ہند کے لئے ایک بہت بڑا سانحہ اور المیہ تھی۔ کیونکہ وہ علم و سیاست میں اتنا بلند مقام رکھتے تھے کہ نظریں آپ کی طرف اٹھتی تھیں۔ اور چونکہ انہیں مرکز میں ایک بڑی اہم پوزیشن حاصل تھی۔ اور پھر ان کی شخصیت اتنی گراں قدر اور مقبول عوام و خواص تھی کہ قدرتی طور پر یہ یقین دلوں میں پیدا ہوتا تھا کہ وہ اپنی بات منوانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ان کی آواز میں اس قدر صداقت اور اثر ہے کہ وہ ارباب حکومت و سیاست کو قائل کر سکیں گے لیکن وقت کی گاڑی کسی کا انتظار نہیں کرتی۔ ان کا وقت آیا اور وہ رحلت فرما کر عالم جاوداں ہو گئے۔ اور مسلمانانِ ہند ایک لمبے عرصہ تک ان کے ماتم میں سوگوار رہنے کے بعد بڑی ہی مشکل سے اپنے زخموں کو مندمل کر پائے۔ کچھ تو اس طرح کہ وقت ہی سب سے بڑا مرہم ہے اور کچھ اس طرح کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب جیسی شخصیت تاریکی کے اس مایوس کن عالم میں روشنی کی کرن بن کر سامنے آئی۔ اور ایک گونہ تسلی کا باعث بن گئی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے علم و سیاست کے میدان میں مسلمانانِ بھارت کی ترقی و بہبود کے لئے بڑی ہی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور جہاں تقسیم ملک کے وقت روح فرسا واقعات و حالات کی تحقیقات میں انہوں نے نمایاں رول ادا کیا وہاں جبلپور وغیرہ مقامات کے ناخوشگوار سانحات کے بارہ میں الجمعیۃ نے جہاں مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی وہاں مرکز تک خوش اسلوبی کے ساتھ ان کی آواز کو پہنچایا۔ اور بڑے عمدہ رنگ میں ان کی نمائندگی کرتے رہے۔ اور اس طرح انہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں ایک نمایاں مقام پیدا کر لیا تھا۔

آج جب کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب بھی اس جہانِ فانی سے رحلت فرما چکے ہیں قدرتی طور پر مسلمانانِ بھارت ایک خلا محسوس کر رہے ہیں۔ کیونکہ انہیں کوئی ایسی ملک گیر شخصیت مسلمانوں میں نظر نہیں آ رہی جو سیاست کے میدان میں وہ مرتبہ اور پایہ رکھتی ہو جو مرحوم مولانا کا تھا۔ اور جو مرکز میں ان کی بہتر رنگ میں نمائندگی کر سکے۔

لیکن جہاں یہ امر ایک حقیقت ہے کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی وفات سے ایک خلا پیدا ہو گیا ہے وہاں ہم اس عام نظریہ کی تائید نہیں کر سکتے کہ یہ خلا کبھی پُر نہیں ہوگا کیونکہ ایسا کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ خدانخواستہ بھارت کے پانچ چھ کروڑ مسلمانوں میں یہ اہلیت ہی نہیں ہے کہ وہ دین و سیاست میں کوئی کار نمایاں کر سکیں گویا ہمیں ذہناً یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ مسلمانوں کی پانچ چھ کروڑ کی عظیم تعداد بھارت کے ملک میں محض بیکار، ناخواندہ اور جاہل ہے۔ اور قیادت و رہبری کا جوہر ان میں مفقود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

من قال هلك القوم فهو اهلكهم

کہ جو شخص یہ کہے کہ قوم ہلاک ہو گئی وہ گویا قوم کی ہلاکت کی بنیاد قائم کرتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک نفسیاتی زہر قوم کے اندر پھیلا کر احساس کمتری کے جذبات پیدا کرتا ہے۔ جو بالآخر قوم کی قوتِ عمل اور جوشِ کردار کو فنا کر دیتے ہیں۔ اور تاریخ شاہد ہے یہ حقیقت آشکارا ہے کہ جس قوم کے اندر احساس کمتری اور مایوسی پیدا ہو جائے وہ کبھی ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتی۔ کیونکہ قطع منزل کے لئے عزم اور جوش کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

پس جہاں ہم مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مرحوم کی وفات کے قومی سانحہ پر ساری قوم سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ وہاں ہم یہ مشورہ بھی دیتے ہیں کہ یہ وقت مایوسی کا نہیں۔ یہ وقت احساس کمتری کا نہیں۔ اور یہ وقت رہبری و قیادت سے دستبرداری کی دستاویز مرتب کرنے کا نہیں۔ بلکہ یہ وقت ایسا ہے کہ ہمیں بھارت کے موجودہ مسلمانوں میں سے ہی تلاش کرنا چاہیئے۔ کہ کون مولانا ابوالکلام آزاد بن سکتا ہے اور کون مولانا حفظ الرحمٰن کی کرسی پہ متمکن ہو سکتا ہے یہ صرف ہمت اور عزم کی بات ہے۔ اور ایک جوش کے ساتھ تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر اس موقعہ پر آپ نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ اب سارے بھارت کے سارے مسلمانوں میں قیادت و رہنمائی کی صلاحیتیں مفقود ہو گئی ہیں۔ تو آپ اپنے ہاتھ سے اپنی موت کے فیصلہ پہ دستخط کرنے والے ٹھہریں گے۔

ہم یقین رکھتے ہیں کہ اب بھی بھارت کے وسیع ملک میں ایسی شخصیتوں کی کمی نہیں جنہیں آگے لایا جا سکتا ہے۔ اور ان کے ذریعہ مرکز میں اپنی آواز کو مضبوط بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ آپ اپنے جوش کردار کو دبانے کی بجائے ابھارنا شروع کریں۔ اور اپنے آپ کو اقلیت سمجھ کر احساس کمتری کا شکار نہ ہوں ؎

راز ہے راز ہے تقدیرِ جہانِ تگ و تاز
جوشِ کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز

(ف۔ ل۔ گ)

امتحان مولوی فاضل میں کامیابی

عزیز عبد اللطیف صاحب ملکانہ مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ قادیان میں زیر تعلیم رہ کر اس سال پنجاب یونیورسٹی کے امتحان مولوی فاضل میں شریک ہوئے تھے۔ اور بفضلہ تعالیٰ کامیاب ہو گئے ہیں۔ عزیز موصوف پہلا طالب علم ہے جس نے ملکانہ قوم سے مولوی فاضل پاس کیا ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ عزیز کی اس کامیابی کو ان کے لئے ان کے خاندان اور سلسلہ کے لئے بابرکت کرے اور آئندہ ترقیات کا پیش خیمہ بنائے اور ان کو خدمتِ دین کی بڑھ چڑھ کر توفیق دے۔ آمین۔

(ایڈیٹر بدر)

ولادت

مورخہ ۲۷/۷/۶۲ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خاکسار کو پہلا لڑکا عطا فرمایا۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت و سلامتی کی لمبی عمر عطا فرمائے۔ اور نیک صالح خادم دین بنائے۔ اور دین و دنیا کی نعماء سے نوازے۔

نومولود کی والدہ نے اپنی طرف سے اعانت بدر کے لئے مبلغ ۱/۶ روپے۔ مساجد بیرون کے لئے ۱/۶ روپے دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین۔

خاکسار منظور احمد مبلغ سلسلہ مقیم لکھنؤ

کیا کر رہے ہو۔ اس نے کہا میں دریا میں تیر رہا ہوں۔ حالانکہ وہاں کوئی دریا نہیں تھا بلکہ خشکی تھی اور چاند کی روشنی اس پر پھیلی ہوئی تھی تو افیونی تو خشکی پر تیر سکتا ہے لیکن عقلمند نہیں تیر سکتا۔ عقلمند اگر تیرنا سیکھنا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ نہر یا دریا پر جائے۔ اور تیرنا سیکھے۔ عرب لوگ پانی سے بہت ڈرتے تھے اور تیراکی کا فن سیکھنے کی طرف ان کی توجہ نہیں تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام پر جو سب سے بڑی آفت آئی وہ تیرنا نہ جاننے کی وجہ سے ہی آئی۔ سب سے بڑی اور ہولناک شکست جو اسلام کو پیش آئی وہ جنگ جسر کی تھی

ایرانیوں کے مقابلہ میں

مسلمانوں کا زبردست لشکر گیا۔ ایرانی سپہ سالار نے دریا پار اپنے مورچے بنائے اور ان کا انتظار کیا۔ اسلامی لشکر نے جوش میں بڑھ کر ان پر حملہ کیا اور دھکیلتے ہوئے آگے نکل گئے۔ مگر یہ ایرانی کمانڈر کی چال تھی۔ اس نے ایک فوج بازو سے بھیج کر پل پر قبضہ کر لیا اور تازہ حملہ مسلمانوں پر کر دیا۔ مسلمان معاً پیچھے لوٹے مگر دیکھا کہ پل پر دشمن کا قبضہ ہے۔ گھبرا کر دوسری طرف ہوئے۔ تو دشمن نے شدید حملہ کر دیا اور مسلمانوں کی بڑی تعداد دریا میں کودنے پر مجبور ہو گئی۔ اور ہلاک بھی ہو گئی۔ مسلمانوں کا یہ نقصان ایسا خطرناک تھا کہ مدینہ تک اس سے ہل گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے مدینہ والوں کو جمع کیا اور فرمایا۔ اب مدینہ اور ایران کے درمیان کوئی روک باقی نہیں۔ مدینہ بالکل ننگا ہے اور ممکن ہے کہ دشمن چند دنوں تک یہاں پہنچ جائے۔ اس لئے میں خود کمانڈر ان چیف بن کر جانا چاہتا ہوں۔ باقی لوگوں نے تو اس تجویز کو پسند کیا۔ مگر حضرت علیؓ نے کہا کہ اگر خدانخواستہ آپ کام آ گئے۔ تو مسلمان تتر بتر ہو جائیں گے۔ اور ان کا شیرازہ بالکل منتشر ہو جائے گا۔ اس لئے کسی اور کو بھیجنا چاہیئے۔ آپ خود تشریف نہ لے جائیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو مقرر کیا

مدینیوں سے جنگ

جو معروف تھے کہا کہ تم جتنا لشکر بھیج سکتے ہو بھیج دو۔ کیونکہ اس وقت مدینہ بالکل ننگا ہو چکا ہے۔ اور اگر دشمن کو فوری طور پر نہ روکا گیا۔ تو وہ مدینہ پر قابض ہو جائے گا۔ یہ خطرناک نقصان جو مسلمانوں کو پہنچا محض تیرنا نہ جاننے کا

نتیجہ تھا۔ پس تیرنا نہایت ضروری اور اہم چیز ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں عورتوں کو بھی تیرنا سکھانا چاہیئے۔ قادیان میں ہم کبھی نہر پر جاتے تو اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو بھی ساتھ لے جاتے اور انہیں تیرنا سکھاتے تھے۔ بے وجہ اعتراض کرتے تھے۔ مگر میں نے تو اس وقت اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو تیرنا سکھا دیا تھا۔ اب بھی ربوہ میں تالاب بننے چاہئیں اور لڑکوں اور لڑکیوں کو تیرنا سکھانا چاہیئے۔

تیرنا انسانی زندگی کا ایک ضروری حصہ ہے

اگر جہاز میں انسان سوار ہو اور جہاز ڈوبنے لگے تو اسے تیرنے کا فن اتنا تو آنا چاہیئے کہ وہ دس بیس منٹ یا دو چار گھنٹے پانی میں تیر سکے۔ تا کہ اگر اس کو کوئی مدد پہنچ سکتی ہو۔ تو اس عرصہ میں اسے پہنچ جائے۔ یہ تو نہ ہو کہ ادھر پانی میں گرے اور ادھر گرتے ہی ڈوب جائے۔

اس کے بعد حضور نے فرمایا یہ دیکھنے کے لئے کہ خدام میں کتنے تیرنا جانتے ہیں۔ میں

تمام خدام سے کہتا ہوں

کہ ان میں سے جو تیرنا جانتے ہوں وہ کھڑے ہو جائیں (اس پر ستر فیصدی خدام کھڑے ہوئے) حضور نے فرمایا۔ کوشش کرو کہ یہ ستر فیصدی سو فیصدی بن جائے۔ مگر اس تعداد کو دیکھ کر یہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ ستر فیصدی کتنا تیرنا جانتے ہیں۔ ممکن ہے پانچ پانچ ہاتھ تیر کے ہی یہ ستر فیصدی ختم ہو جائیں۔ تیرنے کی طاقت دوسری طاقتوں سے مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً میرے ہاتھ بچپن سے کمزور ہیں۔ دو پاؤں مضبوط ہیں۔ لیکن ہاتھ اتنے کمزور ہیں کہ میں چھوٹے سے چھوٹا ڈمبل بھی نہیں دبا سکتا۔ لیکن فٹ بال کا میں کھلاڑی رہا ہوں۔ لوگ عام طور پر ہاتھ باہر نکال کر تیرتے ہیں مگر میں نے صرف وہ تیرنا سیکھا ہوا ہے جسے ہمارے ملک میں لوگوں نے نہایت ہی گندہ نام دیا ہوا ہے۔ بیس سال کے بعد میں ایک دفعہ نہر میں تیرا۔ ۳۰ - ۴۰ لڑکے میرے ساتھ تھے۔ مگر وہ قریباً سارے کے سارے رہ گئے۔ اور میں سوا دو میل تک تیرتا چلا گیا۔ صرف ایک لڑکا آخر تک میرے ساتھ رہا۔

غرض لمبے

تیرنے کی بھی مشق کرنی چاہیئے

میں تالاب اور نہر میں تو تیرتا ہوں مگر دریا میں تیرنے کا مجھے موقعہ نہیں ملا۔ تیرنے کے لئے ہمیشہ گروپ کی صورت میں جانا چاہیئے۔ اور پھر قاعدہ یہ ہے کہ دریا میں

چونکہ چکر آ جاتے ہیں اس لئے گروپ کے افراد ہمیشہ اپنے ساتھ ایک رسی رکھتے ہیں۔ جس کے ساتھ کچھ وزن بندھا ہوا ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص چکر میں آ جائے تو اس کے ساتھی زور سے اس کی طرف رسی پھینکتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ بندھا ہوا ہوتا ہے اور جس کی وجہ سے وہ دور تک پہنچ جاتی ہے۔ جب اس رسی کو وہ شخص پکڑ لیتا ہے تو وہ اسے کھینچ لیتے ہیں۔

ایک اور بات جس کی طرف میں نے پہلے بھی کئی دفعہ توجہ دلائی ہے مگر اب تک توجہ نہیں کی گئی یہ ہے کہ ہر خادم کو

کوئی نہ کوئی ہنر آنا چاہیئے

پڑھنا لکھنا غیر طبعی چیز ہے اور ہنر ایک طبعی چیز ہے۔ جو ہر جگہ کام آ سکتی ہے مثلاً معماری ہے لوہارگی ہے نجارگی ہے یا اسی قسم کے اور پیشے ہیں۔ پیشہ ور ہر جگہ اپنے گذارے کی صورت پیدا کر لیتا ہے اور لوگ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ کو اگر اچھی عربی آتی ہے۔ اور آپ انگلستان چلے جائیں۔ تو آپ کی کوئی قیمت نہیں لیکن اگر آپ لوہار کا یا نجار کا کام جانتے ہیں۔ یا آپ درزی ہیں یا آپ جوتا بنانا جانتے ہیں۔ تو آپ کی بڑی قیمت ہے۔ اسی طرح آپ کو اچھی انگریزی آتی ہے اور آپ آزاد علاقے میں چلے جائیں۔ تو آپ کی کوئی قیمت نہیں لیکن اگر آپ لوہارا کام جانتے ہیں یا اچھے بڑھئی ہیں۔ تو وہ آپ کو سر پر اٹھائیں گے۔ یہی حال جرمنی اور فرانس وغیرہ کا ہے وہاں بھی

محض علم کی کوئی قیمت نہیں

لیکن اگر آپ کو کوئی پیشہ آتا ہے تو آپ کی بڑی قیمت ہے۔ اسی طرح آپ وحشی قبائل میں چلے جائیں تو وہاں بھی پیشے کی بڑی قدر ہوتی ہے۔ لیکن فلسفہ کچھ کام نہیں آ سکتا۔ میں نے کہا تھا کہ ایسی جماعتیں جن کو ہر وقت خطرات درپیش ہوں۔ ان کو اس بات کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے کہ وہ

مختلف قسم کے پیشے اور ہنر سیکھیں

مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ خدام نے اس طرف بھی توجہ نہیں کی۔ سب سے زیادہ ملزم اس بارہ میں مرکزی عہدیدار ہیں میں نے تو ایک صنعتی سکول بھی کھولا تھا اور چاہا تھا کہ جماعت کے نوجوان مختلف قسم کے پیشے اور ہنر سیکھ کر باعزت طور پر اپنی زندگی بسر کرنے کے

قابل ہو سکیں۔ مگر اس کی طرف بھی توجہ نہ کی گئی۔ اور وہ مدرسہ بند کرنا پڑا۔ بہرحال جماعت کے نوجوانوں کو کسی نہ کسی پیشہ کے سیکھنے کی طرف ضرور توجہ کرنی چاہیئے۔

اس کے بعد حضور نے فرمایا خدام میں سے جو درزی کا کام کرتے ہیں یا لوہار کا کام کرتے ہیں یا بڑھئی کا کام کرتے ہیں ان کو مستثنیٰ کرتے ہوئے جو دوسرے خدام ہیں ان میں سے جنہوں نے کوئی اور فن بھی سیکھا ہوا ہو وہ کھڑے ہو جائیں۔ (اس پر بعض خدام کھڑے ہوئے اور حضور ان سے دریافت فرماتے رہے کہ وہ اس وقت کیا کام کرتے ہیں اور انہوں نے موجودہ کام کے علاوہ کونسا ہنر سیکھا ہوا ہے۔)

اس کے بعد حضور نے پھر سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

مختلف قسم کے پیشے اور ہنر

جاننا غیر ملکوں میں جانے کے لئے بڑی سہولت پیدا کرنے والی چیز ہے۔ اور ان کے ذریعہ وہاں آسانی سے روزی کمائی جا سکتی ہے اس کے علاوہ ہماری جماعت کی ترقی میں بھی ان پیشوں کا بہت حد تک دخل ہے۔ ایک علاقہ ایسا ہے جس میں لوہارے کے کام بڑھئی کے کام اور درزی کے کام جاننے والوں کی بہت ضرورت ہے اگر ہمارا وہاں سو دو سو آدمی وہاں پہنچ جائے تو وہاں کی جماعت بہت مضبوط اور قوی ہو سکتی ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ طالب علموں پر استاد کا بڑا گہرا اثر ہوتا ہے اگر ہمارے تعلیمیافتہ نوجوان اچھے ذہین ہوں اور وہ دینی مسائل کو سمجھ کر بیرونی ممالک میں جائیں تو بہت بڑی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور نئی پود کو احمدیت کی طرف مائل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ جو خوبیاں ایک سچے احمدی میں ہو سکتی ہیں وہ کسی دوسرے میں نہیں ہو سکتیں پس ایک تو نوجوانوں کو

تعلیمی ڈگریوں کی طرف توجہ کرنی چاہیئے

اور دوسرے انہیں کوئی نہ کوئی ہنر سیکھنا چاہیئے تیسرے میں اس امر کی طرف بھی توجہ دلائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ عام طور پر ہماری جماعت کے دوستوں میں اور شائد باقی لوگوں میں بھی منہ سے اتنی شدید بو آتی ہے کہ سر درد شروع ہو جاتا ہے۔ حالانکہ دانتوں کی صفائی سے معدہ اچھا رہتا ہے۔ اور معدہ کی مضبوطی سے انسانی صحت اچھی رہتی ہے۔ پس میں خدام الاحمدیہ کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ مہینہ میں ایک دفعہ اس کا امتحان لیا کریں۔ جس کا طریق یہ ہے کہ ایک دوسرے کے ناک کے پاس آ کر اپنا سانس چھوڑے تا کہ دوسرا بتا سکے کہ تمہارے

تنفس سے برآتی ہے یا نہیں۔ گو یہ معمولی بات ہے مگر اس چیز کا پتہ لگ جاتا ہے۔ قریب ترین تعلق میاں بیوی کا ہوتا ہے ان کے آپس میں کئی دفعہ جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ اور بالکل ممکن ہے کہ وہ اپنی ذات میں یہ سمجھتے ہوں کہ ان جھگڑوں کی فلاں فلاں وجوہ ہیں۔ لیکن درحقیقت اس کی وجہ یہ ہو کہ مرد کے لئے عورت کے مونہہ کی بو ناقابل برداشت ہو۔ وہ اس بات کو ظاہر نہیں کرے گا۔ لیکن آہستہ آہستہ اس کے دل میں یہ خیالات پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے کہ اگر میں اپنی بیوی کو چھوڑ دوں اور کسی اور سے شادی کروں تو اچھا ہے پس

یہ ایک نہایت ہی اہم چیز ہے مگر اس کی طرف توجہ بہت کم کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ زندگی کے اہم ترین امور میں سے ہے صحت کا اس سے تعلق ہے۔ سوشل تعلقات پر اس کا اثر پڑتا ہے اور مذہب نے بھی اس کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر اتنا زور دیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص پیاز کھا کر مسجد میں آجائے یا لہسن کھا کر مسجد میں آجاتا ہے تو فرشتے اس کے پاس نہیں آتے اب فرشتے تو ہر جگہ ہیں۔ پاخانہ میں انسان جاتا ہے تو اس وقت بھی فرشتے ساتھ ہوتے ہیں۔ لہسن کے کھیت میں بھی فرشتے ہوتے ہیں پیاز کے کھیت میں بھی فرشتے ہوتے ہیں۔ پھر اس حدیث کے معنے کیا ہوئے درحقیقت اس جگہ فرشتے سے مراد آسمان کا فرشتہ نہیں۔ وہ تو پاخانہ میں بھی جاتا ہے لہسن کے کھیت میں بھی جاتا ہے پیاز کے کھیت میں بھی جاتا ہے۔ اس جگہ فرشتہ سے شریف الطبع اور نازک مزاج انسان مراد ہیں۔ جن کے لئے بو ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ اور بو اس سے اور بڑھ گئے ہیں۔ اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مجالس میں آؤ تو عطر وغیرہ لگا کر آؤ تاکہ لوگوں کے اجتماع کی وجہ سے بو پیدا نہ ہو۔

(الفضل ۸/۱۲)

"زکوٰۃ"

کا فریضہ ادا کر کے اپنے مالوں کو پاک کرنا ہر ایک صاحب نصاب کا فرض ہے۔

جنم اشٹمی کا مبارک دن

(بقیہ صفحہ اول)

بھی کمال درجہ مہارت حاصل کی۔ چنانچہ آپ کے ان کرتبوں کی شہرت سُنکر ظالم کنس کا ماتھا ٹھنکا۔ اور اس اُبھرتے ہوئے نوجوان کو اپنے راستہ سے ہٹانے کی سازش رچائی۔ مگر جسے خدا رکھے اُسے کون چکھے۔ الٰہی فرستادوں کے خلاف ایسی سازشیں ہوا ہی کرتی ہیں۔ مگر کامیاب اور بامراد وہی ہوتے ہیں۔ جن کو خدا اکھڑا کرتا ہے۔ ان کا دشمن ناکام و نامراد رہتا ہے۔ کنس اور اس کے ہمنشین ہمیشہ کے لئے مٹا دیئے گئے۔ خداتعالیٰ کا منکر اور اپنے کو ہی خدا کہلانے والا کنس نہ صرف خود فنا ہوا۔ بلکہ حضرت کے ہاتھوں دہریت کا خاتمہ ہو گیا۔

ویدک یگیوں اور کرم کانڈوں کا خاتمہ

جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے کہ ویدک یگیوں اور کرم کانڈوں سے ملک کی عظیم دولت کو کسی طرح تباہ کیا جا رہا تھا۔ یگیوں میں نہ صرف ہزارہا جانوروں کو کاٹ کاٹ کر آگ کی نذر کیا جاتا تھا۔ بلکہ انسانوں کی بھی قربانی دی جاتی تھی جراسندھ نے اسی غرض کے لئے اسّی راجاؤں کو قید کر رکھا تھا تاکہ وہ انہیں اسمیں جانوروں کی طرح ذبح کر کے آگ میں جھونکے۔ حضرت شری کرشن جی مہاراج نے ایسے مظالم کو بڑی دلیری سے روکا۔ بلکہ نہ صرف اندولن ہی چلایا بلکہ خود اکیلے جا جا کر ایسے مظالم کے خلاف جنگ لڑی۔ مقابلے کئے۔ اور ضرورت پڑنے پر شمشیر سے ظالموں کو مٹایا۔ چنانچہ جراسندھ کو آپ نے اکیلے ہی مارا۔ اس طرح نہ صرف انسانوں کی قربانی کو ختم کیا۔ بلکہ ملک کی عظیم دولت چوپایوں کے بے سود ضیاع کو بھی روکا اس پہلو سے آپ کو "گوپال" یعنی گئووں کی پرورش۔ رکھشا کرنے والا کا خطاب ملا۔ اور بجا طور پر آپ اس کے مستحق تھے۔

حضرت شری کرشن جی مہاراج اپنے جانشین کیلئے دعا اور اس کی قبولیت

پرنظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کس طرح سے تباہی کے گڑھے میں گرتی ہوئی ہندوستانی سماج کو بچایا۔ ادھرم کا ناش اور دھرم کی رکھشا کی۔ مگر جیسا کہ خداتعالیٰ کی یہ قدیم سنت ہے کہ وہ اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اپنے دین کی تخم ریزی کرواتا ہے۔ مگر اس کی تکمیل ان کے فوت ہو جانے کے بعد ان کے جانشینوں اور ان کے ماننے والوں کے ذریعہ کرواتا ہے۔ حضرت شری کرشن کی قوم کے ساتھ بھی یہ واقعہ ہمیں نظر آتا ہے۔

مہابھارت اور بھاگوت پران اور کئی ہندو دھرم شاستروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شری کرشن جی مہاراج نے جب رکمنی سے شادی کی (یوں تو آپ نے ایک سے زائد شادیاں کیں) تو آپ نے رکمنی سے کہا کہ ہماری اس شادی کے نتیجہ میں قبل اس کے کہ کوئی اولاد ہو ہمیں خدا کے حضور دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا سچا جانشین اور حسب منشاء خوبصورت خوب سیرت لڑکا عطا فرمائے جو ہمارے بعد اس مشن کو چلا سکے۔ چنانچہ دونوں میاں بیوی ہمالیہ کی ترائی میں آئے اور اپنے اس عالی مقصد کے لئے خداتعالیٰ کے حضور ایک لمبے عرصہ تک دعا و گریہ و زاری کرتے رہے۔ ریاضتیں کیں چلے کاٹے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو سنا اور اپنے فضل سے قبول فرمایا۔ جیسا کہ مہابھارت میں آتا ہے:-

ब्रह्मचर्य महद्घोरं चीर्त्वा द्वादश -
वार्षिकम्! समान [illegible] -
[illegible] ।
[illegible]
नाम मे सुतः ॥

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شری کرشن جی مہاراج نے اپنے اس عالی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بارہ سال تک ہمالیہ کی ترائی میں بیٹھ کر دعائیں کیں۔ جس کے نتیجہ میں آپ کو پردیومن نام کا ایک حسین و جمیل حسب خواہش فرزند عطا کیا گیا۔ اس کے حسن و جمال کے متعلق صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ جس طرح اردو اور فارسی ادب میں حسن کی تشبیہ میں حضرت یوسفؑ کو مقام حاصل ہے وہی مقام ہندی اور سنسکرت لٹریچر میں پردیومن کو حاصل ہے اس کے علاوہ پردیومن کے عظیم کارناموں۔ اس کے علم و عرفان کی داستانیں ہندی و سنسکرت لٹریچر میں بکثرت ملتی ہیں۔

—٭—

حضرت شری کرشن جی مہاراج نے تعلیم اور ذاتی نمونہ سے اپنے زمانہ میں جو عظیم الشان انقلاب پیدا کیا وہ اس زمانہ کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ لیکن جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ ایسے اوتاروں اور رہنماؤں کی ضرورت کسی خاص زمانہ تک کے لئے محدود نہیں ہے بلکہ جب جب بھی اس کی ضرورت ہوتی خدا اپنے برگزیدہ بندے بھیجتا رہا اور اسی طرح آئندہ بھی بوقت ضرورت وہ ایسے اوتاروں اور مصلحوں کو مبعوث فرماتا رہے گا (گیتا ۴/۷) شاستروں میں شری کرشن جی کی آمد ثانی کے متعلق بہت سی علامات بیان کی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کلجگ زوروں پر ہو گا تب شری کرشن جی مہاراج کا دوبارہ اوتار ہو گا۔ اگرچہ ان سب علامتوں کا ذکر تو ممکن نہیں البتہ ایک جامع حوالہ پیش خدمت ہے یہ حوالہ کلجگ کی صحیح عکاسی کرتا ہے اور جس میں کرشن کی آمد ثانی کا وقت بالکل واضح رنگ میں بیان کیا گیا ہے مہابھارت بن پرو باب ۱۹۰ میں لکھا ہے :-

[illegible] ---- युगः [illegible]

یعنی بے ارجن! اسوقت کوئی بھی برہمن اپنے دھرم کا پالن نہیں کرے گا۔ کھشتری اور ویش اپنے اصل پیشہ کو چھوڑ کر دھرم کے خلاف کام کریں گے۔ انسانوں کی عمریں اور طاقت اور جرأت و مردانگیت اور جوہر اور خوبصورتی اور جسم کم ہو جائیں گے وہ سچ بہت کم بولیں گے بستیاں سونی ہو جائیں گی۔ اطراف میں ہرن سانپ اور خونخوار درندے بستیوں سے نکل آئیں گے۔ تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے لوگ فضول ہی عرفان الٰہی اور روحانی فلسفہ کا ڈھونگ رچیں گے۔ شودر لوگ برہمنوں کو "تم" کہیں گے اور برہمن شودروں کو "آپ" یہ خوشبودار چیزوں میں خوشبو کم اور رس دار اشیاء میں رس کم ہو جائے گا۔ انسانوں کی اولاد بہت ہو گی سب بے سمجھ چھوٹے ہو جائیں گے۔ اخلاق خاندانی اور انسانی حدود ناپید ہو جائیں گی۔ عورتیں بدکاریاں کریں گی۔ بستیوں میں غلے کم ہوں گے۔ بولوں پر طوائفوں اور غنڈوں کا مجمع رہے گا۔ جو ٹھگی کیا جاتی رہے گی۔ گائیوں کا دودھ کم ہو گا۔ درخت بہت کم پھولیں پھلیں گے۔ ان پر کوے وغیرہ پرندے بسیرا کریں گے۔ شہروں کے چوکوں اور عبادت گاہوں میں الّو وغیرہ پرندے بسا کریں گے۔ اسوقت بے دامن اساتے آم کی طرح کی کیفیت حاملہ ہو جائیں گی اور دس بارہ برس کے بالک باپ بن جائیں گے وغیرہ وغیرہ (مہابھارت بن پرو ادھیائے ۱۹۱) غرضیکہ کرشن ثانی کے زمانہ کے متعلق ہندو دھرم شاستروں میں اس قسم کی بے شمار علامات اور پیشگوئیاں تحریر ہیں جو اس زمانہ میں بڑی عظمت کے ساتھ لفظ بلفظ پوری ہو چکی ہیں۔ چنانچہ ان علامات اور پیشگوئیوں کو واضح طور پر پورا ہوتے دیکھ کر ہندو دھرم میں صحیح پکار بچ گئی۔ ذرا دیکھ مہابھارت اکت حقیقۃ کی ایک رائے ہی ملاحظہ فرمایئے :-

نکلنک اوتار آ۔ اے امام دو جہاں منتظر ہم ہیں کامیاب ہوتا ہے کب تیرا ظہور تو مسلمانوں کا مہدی تو نصاریٰ کا مسیح تو شیر سنگھ بستی تو سٹمنٹ و بطور ست یگ۔ جولائی ۱۹۶۲ء اس کی نور دار الفاظ میں تائید کرتا ہے:۔

سوال:۔ بھگوان کرشن خود آئیں گے یا کسی کو بھیجیں گے؟

جواب:۔ ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں کہ اگر بھگوان خود آئیں تو بھی مبارک ہے اور اگر کسی کو بھیجیں تو بھی مبارک ہے۔ (ہیں ہیں ان کی سنتا ررد ع۔ ادھار)

ضرور ہے پر دانے کو ہر حالت میں کوئی مقصود ہوتی ہے نہ کہ جلا یا نا نوس رہیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ جیوتی (نور) سرد کامل کی ہے جس کو میں جسم کی حیثیت سے مرد کامل کہتا ہوں نہیں تو وہ اصلیت سے یقین نہ رکھتا ہے پر ہے نہیں بسنسار کے تمام مذاہب کی مقدس کتابوں میں لکھا ہے اب کسی ایسے وجود کا ظہور ہونے والا ہے جس کے آنے سے سنسار کے مصائب و آلام دور ہو جائیں گے۔ ہندو کہتے ہیں کہ نکلنک اوتار کا ظہور ہوگا۔ مسلمانوں کا یقین ہے کہ حضرت امام مہدی تشریف لائیں گے اور عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ایشور سے ایک ہو کر یہ عیسائی گے۔ لیکن اب صرف یہ تسلیم کرنا باقی رہ جاتا ہے کہ یہ وجود جدا جدا ہوگا یا مشترکہ ایک ہی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں۔ ایک روحانی وجود ایک ہی ہوگا۔ ہندو اسے اپنی نظر سے دیکھیں گے۔ مسلمان اپنی سے اور سکھ لوگ اپنے نقطۂ نظر سے اور عیسائی اُسے اپنا پائیں گے۔ مطلب یہ کہ ایک کا وجود ہر ایک کے اپنے اپنے نقطۂ نظر سے ہوگا۔ اس کو کوئی غیر اور پرایا خیال نہیں کرے گا۔ مہاراج کہتے ہیں کہ ابھی وقت بہت تھا۔ لیکن پیشور نے اپنی ایا کر پا سے اس وقت کو کم کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے بھگتوں کا کشٹ نہیں دیکھ سکتے۔

ان حوالجات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شری کرشن جی مہاراج کی آمد ثانی کے لئے پرمیشور کی طرف سے یہی وقت مقدر ہے اور یہ کہ وہ عظیم مصلح ایک ہی وجود ہے تمام دنیا کے لئے مشترک ہوگا۔

— — — —

ہر نگر اسباب کا بیان کر دینا بے جا نہ ہوگا کا احمدیہ نقطۂ نگاہ سے کیا ہیں

مذکور حضرت سری کرشن جی مہاراج کے وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کی اصلاح کے لئے حضرت سری کرشن جی مہاراج کے روپ میں ایک مقدس انسان کو بھیج دیا۔ جو قادیان (پنجاب) کی مقدس بستی میں پیدا ہوا اور اس نے محبت بھری آواز سے سب دنیا کو اپنی طرف پکارا اور کہا:۔

"واضح رہے کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔ وہ خدا کی محبت سے پُر تھا اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔ خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔ منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ

"ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے"

سو میں کرشن سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں اُس کا مظہر ہوں۔"

(لیکچر سیالکوٹ ۱۹۰۴ء)

خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تضرعات کو سنا اور اپنے فضل سے حسب وعدہ کرشن ثانی کو دنیا میں بھیج دیا۔ اب تمام متلاشیان حق کو چاہیئے کہ وہ دیر یا سیب اور ست یگ کے بتائے ہوئے بالا اصول کے مطابق اس مصلح اعظم کرشن ثانی کے دعویٰ پر سنجیدگی سے غور کریں اور اس اوتار کو قبول کر کے روحانی زندگی حاصل کریں۔

سہ ماہی اوّل اور احباب جماعت کا فرض

بجٹ سال رواں کی پہلی سہ ماہی گزر چکی ہے۔ مگر جماعتوں کے نسبتی بجٹ کے مطابق لازمی چندہ جات کی وصولی نہیں ہو رہی۔ اور بہت سی جماعتیں ایسی بھی ہیں جن کی طرف سے اول سہ ماہی میں کوئی چندہ مرکز میں نہیں پہنچا یا برائے نام وصولی ہوئی ہے۔ حالانکہ ضروریات سلسلہ اس امر کی متقاضی ہیں کہ سلسلہ کا ہر فرد اور جماعتوں کے تمام عہدے دار اپنی مالی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور صحیح رنگ میں دین کو دنیا پر مقدم کر کے ہر ماہ باقاعدگی سے چندہ جات ادا کریں اور عہدیداران جماعت چندہ جات کی وصولی کے لئے خاص اہتمام کریں تاکہ جماعت میں کوئی ایسا فرد نہ رہے جو نادہندہ یا بقایا دار یا بے شرح ہو اور نہ صرف یہ کہ جملہ احباب لازمی چندوں کو باقاعدگی سے ادا کریں۔ بلکہ طوعی تحریکات بھی زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر اپنے ایمان اور اخلاص کا اعلیٰ نمونہ پیش کریں۔ تمام جماعتوں کو ان کا منظور شدہ سہ ماہی بجٹ اور اس کے مقابل پر وصولی کی پوزیشن سے اطلاع نظارت ہذا کی طرف سے بھجوائی جا رہی ہے۔ عہدیداران مال کو چاہیئے کہ اپنی اپنی جماعتوں کے انفرادی چندوں کا جائزہ لے کر جن احباب کی طرف سے ادائیگی میں سستی اور لاپرواہی سرزد ہوئی ہے ان کو مشفقانہ رنگ میں ان کی مالی ذمہ داری کی طرف متوجہ کریں اور جلد چندہ جات کی رقوم وصول کر کے ارسال کریں۔ تاکہ مرکزی ضروریات کی تکمیل میں جو رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے وہ دور ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زیادہ سے زیادہ خدمت سلسلہ کی توفیق بخشے اور ان راہوں پر چلائے جو اس کے فضل اور رضا کی راہیں ہوں۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان۔

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ اخبار بدر ماہ اگست ۶۲ء میں ختم ہے!

۱۵۲۶۔ محترمہ ناصرہ خاتون صاحبہ کرسمی سونگھڑہ
۱۷۷۸۔ مکرم سیٹھ محمد یوسف باٹی کلکتہ
۲۰۴۔ ؍؍ این۔ اے۔ چکوڑی صاحب گنڈی گوڑ جیبود
۲۰۳۱۔ ؍؍ ایس۔ کے نقیر محمد صاحب منصوری رودڈ بسٹیشن
۱۹۴۳۔ ؍؍ راجہ مظفر خان صاحب بارڈی کشمیر
۱۱۴۹ ؍؍ غلام نبی صاحب پڈر کنیہ پورہ ؍؍
۲۱۷۶ ؍؍ بی ایم بشیر احمد صاحب بنگلور
۲۱۷۸ ؍؍ ایم نور الامین قائم صاحب شنکر پور
۲۱۷۹ ؍؍ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر مبلغ ماریشس
۱۶۰۵۔ مکرم مولوی احمد اللہ صاحب فاضل شوپیاں
۱۸۰۷۔ ؍؍ عبد الکریم صاحب سرینگر
۱۲۱۸۔ ؍؍ سید غلام ابراہیم صاحب کنڈہ پاڑہ
۱۱۹۶۔ ؍؍ راجہ غلام محمد صاحب ٹیک ایر پور
۱۲۶۲۔ ؍؍ محمد شمس الحق صاحب پنڈال اڑیسہ
۱۰۲۴ ؍؍ غلام محمد صاحب بانڈی پورہ
۱۰۹۹۔ ؍؍ قاضی حکیم الدین صاحب علی پور کھیڑہ
۱۹۰۶۔ ؍؍ محمد اسلم صاحب مین پوری
۲۱۰۷۔ ؍؍ ناصر احمد صاحب نلگنڈہ دکن
۱۲۵۴۔ ؍؍ انچارج صاحب احمدیہ دار التبلیغ بمبئی
۱۱۶۱۔ ؍؍ مرزا بشیر علی صاحب مانکا گوڑا
۱۵۸۲۔ ؍؍ غلام احمد صاحب چرگاؤں
۱۷۶۳۔ ؍؍ عنایت حسن خان صاحب سیل بیت
۱۹۴۰۔ ؍؍ عبد السلام صاحب یادگیر
۱۷۵۹۔ ؍؍ سید حسام الدین صاحب کرسمی سونگھڑہ
۲۲۰۲۔ ؍؍ سید منور علی صاحب گوری
۲۲۱۷۔ ؍؍ افضل الرحمٰن چودوار
۱۰۳۶۔ ؍؍ ڈاکٹر ایم رفیع اللہ صاحب فیض آباد
۱۵۵۴۔ ؍؍ سید منظور احمد صاحب بھونیشور

درخواستہائے دعا

۱۔ بوجہ بخار عرصہ ۱۶ سال سے خاکسار کے کانوں کی سماعت جاتی رہی ہے۔ اس سلسلہ میں نشتر ہسپتال ملتان میں خاکسار کانوں کا اپریشن کروا رہا ہے۔ کامیابی سے اپریشن ہو جانے اور سماعت بحال ہو جانے کے لئے احباب کرام سے عاجزانہ دعا کی التجا ہے۔ خاکسار محمد عبد السبحان ناصر احمدی فضل شوز سٹور کوکھ تو لے خان ملتان شہر۔

۲۔ میری اہلیہ ایک ماہ سے صاحب فراش ہیں ساتھ ہی بہت ضعف ہے۔ بزرگان سلسلہ و احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ مریضہ کو اپنے فضل سے کامل شفا بخشے۔

خاکسار سید نصیر الدین احمد زیل دانا پور

۳۔ خاکسار کے خسر محترم جناب مولوی سید غلام احمد صاحب سیکرٹری امور عامہ جماعت احمدیہ سونگھڑہ بعارضہ سرطان سخت علیل ہیں۔ ان کی صحت کاملہ و درازی عمر کے لئے احباب کرام سے دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار

سید فضل عمر مبلغ سلسلہ مقیم رسول پور سونگھڑہ

مسیح موعود پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟

ایک سوال اور اس کا جواب

ایک دوست نے مکرم سید وزارت حسین صاحب اورین صوبہ بہار سے یہ سوال کیا ہے کہ انہیں حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ کے دعوے مسیح موعود کی صداقت پر تو کوئی کلام نہیں۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ از روئے قرآن نجات اخروی کے لئے ان پر ایمان لایا جائے

اس سوال کا جواب مکرم مولوی عبد الحق صاحب مبلغ مظفر پور نے لکھ کر برائے اشاعت بدر ارسال کیا ہے

الجواب :- اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کبھی کسی مامور کا ظہور ہوتا ہے تو وہ محض اس لئے ہوتا ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اور اس کی اتباع کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے مامور و مرسل پر ایمان لانا نہ صرف نجات اخروی سے تعلق رکھتا ہے بلکہ دنیوی زندگی پر بھی اس کا گہرا اثر پڑتا ہے۔ اور اس دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت ایمان لانے والوں کے شامل حال رہتی ہے۔ جو ان کی اخروی نجات کے لئے بطور دلیل و ثبوت کے ہوتی ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے واقعات کو جگہ بہ جگہ اور بار بار دہرا کر اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ جب کبھی خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی مامور کا ظہور ہوتا ہے تو بعض لوگ ایمان لے آتے ہیں اور بعض تکذیب، مخالفت اور انکار کی راہ اختیار کرتے ہیں ایمان لانے والوں کا دنیا و آخرت میں اچھا انجام ہوتا ہے اور مکذبین و منکرین کا برا۔ قرآن کریم نے اس اسلوب کو جس شدت سے اختیار کیا ہے اس کی نظیر قرآن کریم میں کسی دوسرے مسئلہ کے لئے نہیں پائی جاتی۔

انبیاء علیہم السلام کے واقعات کے ضمن میں اس مسئلہ کو حل کرنے کے علاوہ قرآن کریم میں بعض ایسی اصولی آیات بھی موجود ہیں جو اس مسئلہ پر روشنی ڈالتی ہیں۔ تاکہ بنی نوع انسان مختصر طور پر بھی اس حقیقت سے واقف و آگاہ ہو سکیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے

انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشهاد

ترجمہ :- ہم اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کی زندگی دنیوی میں مدد کرتے ہیں اور قیامت کے دن بھی مدد کریں گے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ نہ صرف نجات اخروی کے لئے بلکہ دنیوی زندگی کے لئے بھی جو نجات اخروی کے لئے بنیاد کا حکم رکھتی ہے مامور من اللہ پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔ اور قرآن کریم کی ایک ایک آیت اس امر پر گواہ ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی مامور کا ظہور ہوتا ہے تب اللہ تعالیٰ اس مامور من اللہ اور اس پر ایمان لانے والوں کی خاص انتظامی اور طارق عادت کے طور پر تائید و نصرت فرماتا ہے۔ اور یہی تائید و نصرت ان کی نجات اخروی پر ایک زبردست دلیل ثابت ہوتی ہے۔ لہذا اصلاح دارین کے لئے ہر "نئے ظہور" پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اصلاح امت کے لئے کسی "نئے ظہور" کا امکان ہے یا نہیں؟ اس کا جواب قرآن کریم کی متعدد آیات میں موجود ہے جن میں سے ایک آیت کریمہ حسب ذیل ہے

یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون

(اعراف ع۴)

ترجمہ اے بنی آدم البتہ ضرور آئیں گے تمہارے پاس رسول تم ہی سے جو تمہارے سامنے میری آیتیں بیان کریں گے پس جو لوگ پرہیزگاری اختیار کریں گے اور اپنی اصلاح کریں گے ان کو کوئی غم اور ڈر نہ ہوگا

اس آیت کریمہ میں اور اس کے سیاق میں مندرجہ ذیل نکات بیان کئے گئے ہیں جو "نئے ظہور" کی خبر دیتے ہیں

۱۔ نحوی گرامر کے اعتبار سے اس آیت کا تعلق زمانہ مستقبل سے ہے لہذا اس میں بعد زمانہ نبوی مرسلین کے ظہور کی خبر دی گئی ہے

(کتاب الفرقان ص۱۵)

۲۔ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس لئے اس آیت کے مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک آنے والے انسان ہیں۔

۳۔ اس آیت سے پہلے کئی مرتبہ یا بنی آدم آیا ہے اور سب جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے زمانہ کے لوگ مخاطب ہیں جیسے کہ

یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد

(اعراف ع۳)

اے انسانو! ہر مسجد (یا نماز) میں اپنی زینت قائم رکھو علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں

فانه خطاب لاهل ذالك الزمان ولكل من بعدهم۔ یعنی یہ خطاب اس زمانہ کے لوگوں اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کو ہے (تفسیر اتقان جلد۲)

۴۔ اس سے دو آیات پہلے لفظ "قل" سے یہ آیات شروع ہوتی ہیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے اور پھر حضور کے ذریعہ سے تمام بنی نوع انسان کو یہ پیغام پہنچایا گیا ہے

بہر حال اس آیت کریمہ میں صریحاً بتایا گیا ہے کہ نزول قرآن کے بعد بھی امت محمدیہ میں سے مامور من اللہ کا ظہور ہوتا رہے گا جن کا وجود اصلاح و تقویٰ کے لئے مرکزی نقطہ ثابت ہوگا دنیوی خوف اور اخروی حزن کے لئے بھی وجود مرہم عیسیٰ کا حکم رکھیں گے۔

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آنے والے مصلح کے "ظہور" کی تخصیص بھی کی گئی ہے؟ اس کا جواب قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت میں موجود ہے

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ۝ وآخرین منهم لما یلحقوا بهم وهو العزیز الحکیم ۝ ذالك فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم ۝ (سورہ جمعہ)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے امی عربوں میں ان میں سے ہی رسول مبعوث فرمایا جو کہ ان پر آیات کی تلاوت کرتا ہے۔ اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔ یہ لوگ قبل ازیں کھلی گمراہی میں تھے۔ آئندہ اللہ ہی آخرین میں اس رسول کو مبعوث کرے گا یا یہی رسول آخرین کی تعلیم و تربیت کرے گا۔ وہ آخرین ابھی تک صحابہ سے نہیں ملے آئندہ زمانہ میں ملیں گے۔ اللہ عزیز و حکیم ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے گا دے گا۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اس آیت میں صاف طور پر دو جماعتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا تعلق بتایا گیا ہے اولیٰ امیین سے دوم آخرین سے گویا بالفاظ دیگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا بیان ہے یعنی امیوں میں دوسری آخرین میں۔ بخاری شریف کتاب التفسیر میں بتایا گیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر "آخرین" والی آیت نازل ہوئی تو حضور کی مجلس میں صحابہ کرام بیٹھے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پے در پے تین مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور آخرین کون لوگ ہیں؟ تب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا

لو کان الایمان عند الثریا لناله رجال او رجل من هؤلاء

یعنی اگر ایمان ثریا ستارہ تک بھی پہونچ جائے گا تو فارسی الاصل اشخاص یا شخص اسے نئے سرے سے قائم کرے گا۔

پس قرآن کریم میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ایک نئے "ظہور" کی خبر دی گئی ہے۔ اور ایمان کو اس نئے ظہور کے ساتھ وابستہ قرار دیا ہے۔ آثار اسلام میں جس شدت کے ساتھ مسیح و مہدی کے ظہور کی خبریں دی گئی ہیں اس سے کوئی بھی مسلمان ناواقف نہیں ہوگا اور مسیح و مہدی کا بھی یہی کام بتایا گیا ہے۔ جو فارسی الاصل کا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسیح و مہدی بھی ہیں۔ اور فارسی الاصل بھی۔

بعض لوگ اس مقام پر ٹھوکر کھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب آقائی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تو نائب اور غلام یعنی مسیح و مہدی کے ظہور کے وقت اس پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے۔

دنیوی نظام میں اس مغالطہ کا یوں جواب دیا جاسکتا ہے۔ کہ ایک شخص دعویٰ کرے کہ میں بادشاہ کا مطیع و فرمانبردار ہوں۔ لیکن بادشاہ کے مقرر کردہ نائبین اور متبعین میں سے کسی ایک کا مقابلہ کرنا شروع کردے اور بغاوت اختیار کرے۔ جب اسے سزا ملنے لگے تو کہے کہ میں بادشاہ کا تو فرمانبردار ہوں اور یہ متبع اور نائب تو خود بادشاہ کے ماتحت ہے اس کی نافرمانی سے مجھے کیوں سزا دی جاتی ہے؟ ظاہر ہے کہ اپنے مخالف نائب کا استدلال سراسر باطل ہوگا۔ [illegible]

[illegible] کیونکہ اگر وہ سچ مچ بادشاہ کا مطیع ہوتا تو اس کے نائب کی بات بھی مانتا۔ پس محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد اس کے نائب کے ظہور پر بھی ایمان لانا ضروری ہے جبکہ وہ ظاہر ہو جائے اور قرآن کریم اور احادیث کی پیشگوئیاں اس کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دیں۔ ورنہ مسیح موعود علیہ السلام کے انکار سے ان بے شمار پیشگوئیوں کا انکار لازم آئے گا۔ جو چودہ سو سال قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح و مہدی کے لئے بیان فرمائیں۔ اور ان تمام پیشگوئیوں کو جھٹلانا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر منتج ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میں مسیح موعود ہوں اور خدا نے عام طور پر میرے لئے آسمان سے نشان ظاہر کئے ہیں۔ پس جس شخص پر میرے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں خدا کے نزدیک اتمام حجت ہو چکا ہے اور میرے دعوے پر وہ اطلاع پا چکا ہے وہ قابل مواخذہ ہوگا۔ کیونکہ خدا کے فرستادوں سے دانستہ منہ پھیرنا ایسا امر نہیں ہے کہ اس پر کوئی گرفت نہ ہو۔ اس گناہ کا دادخواہ میں نہیں ہوں بلکہ ایک ہی ہے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو مجھے نہیں مانتا وہ میرا نہیں بلکہ اس کا نافرمان ہے جس نے میرے آنے کی پیشگوئی کی۔"

(حقیقۃ الوحی ص۱۷۹)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض لوگ صداقت احمدیت کھل جانے کے بعد بھی دنیاوی روکوں کو دور نہیں کر پاتے اور اسی حالت میں اپنی زندگی گزار دیتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت ایک دوسرے رنگ میں بھی ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ دنیا میں بعض ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن پر صداقت احمدیت پوری طرح کھل گئی اور وہ اپنی دنیوی مجبوریوں کی وجہ سے بیعت کرنے سے ایک عرصہ تک احتراز کرتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرتی نیکی کی وجہ سے انہیں ابتلاؤں میں ڈالا۔ اور آخر ان پر نزع کی حالت طاری ہو گئی اور اسی حالت میں ان کو اپنی غلطی کا شدید احساس ہوا اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں نیکی کی توفیق اور اس کی ایک لمبی زندگی عطا فرمائی۔ صوبہ بہار کے ایسے دو احمدیوں کے نام اس وقت پیش کرتا ہوں۔ آپ براہ راست ان سے تفصیل منگوا کر اطمینان فرما سکتے ہیں۔

۱۔ مکرم جناب سید عاشق حسین صاحب صدر جماعت احمدیہ خانپور ملکی ڈاکخانہ غازی پور ضلع مونگھیر

۲۔ مکرم سید عبد المجید صاحب احمدی مکین مسکن سورج گڈھا ضلع مونگھیر

ان دلائل پر غور کرنے کے ساتھ ساتھ اگر آپ سورۃ فاتحہ کی دعا

اھدنا الصراط المستقیم

کو ورد زبان بنائیں گے۔ اور کثرت سے پڑھیں گے۔ تو انشاء اللہ بہت جلد ہی صراط مستقیم کو پالیں گے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

منقولات

دلداری کے بجائے دلآزاری

قومی یکجہتی کمیٹی اچھا کام کر رہی ہے جس کا سارے ملک نے خصوصاً مسلمانوں نے بڑی گرمجوشی سے خیر مقدم کیا ہے۔ مسلمان اس انتظار میں ہیں کہ یکجہتی کمیٹی کس حد تک مسلمانان ہند کو آئے دن کی آزمائشوں سے نجات دلاتی ہے اور کب موقع دیتی ہے کہ مسلمان ہندوستان کے شہری کی حیثیت سے اطمینان کا سانس لیں۔ اور ان کی تباہی اور دلآزاری کا سلسلہ بند کر دیا جائے۔ ہندوستان کے شہری مسلمان اپنی مشکلات پر چیخ پکار کرتے ہیں تو لوگوں کو ہنسی چھوٹتی ہے اور انہیں الٹا مسلمانوں سے شکوہ ہوتا ہے کہ وہ شکایات کے طومار باندھتے ہیں اور ان کا واویلا صرف "پبلیسٹی کیمپ" کے لئے ہوتا ہے گویا مسلمان یا تو پاگل ہیں یا اپنی جانوں کے دشمن۔

ہندوستان میں پندرہ سال سے مسلمانوں کی جان مال سے جس قدر کھیلا گیا ہے تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چند روز یا چند مہینوں اور سالوں تک تو مسلمانوں کو امتحان میں ڈالا گیا۔ مگر پندرہ سال تک مسلسل ان کا امتحان تاریخ کے کسی دور میں نہیں لیا گیا۔ مسلمانوں کے جان و مال سے کھیلنا اور ساتھ ہی ان کی مذہبی دلآزاری کرتے رہنا ایک ایسی دوہری مصیبت ہے جسے مسلمان برابر برداشت کر رہے ہیں۔ مذہبی دلآزاری کا سلسلہ بھی منصوبہ بند طریقے سے برابر چل رہا ہے۔ کتاب "ریلیجس لیڈرز" ہو یا بابو راؤ پٹیل کی مذہبی خرمستیاں یا امرت بازار پتریکا کے توہین آمیز مضامین ہوں یا نصابی کتابوں میں اسلام دشمنی کا مظاہرہ۔ یہ سب کچھ ایک جمہوری اور سیکولر حکومت کی ناک کے نیچے ہو رہا ہے۔ اور پھر الٹا مسلمانوں کو کبھی پاکستان نواز قرار دیا جاتا ہے اور کبھی ان کی وفاداری میں شبہ کیا جاتا ہے اور کبھی ان سے نت نئے مطالبات کئے جاتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود نہ جمہوری نظام میں کوئی دراڑ پڑتی ہے اور نہ سیکولرازم کی پیشانی پر داغ آتا ہے اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ کوئی مسلمان سر راہ بیان آکر اعلان کر دے کہ مسلمان تو بڑے امن سے رہتے ہیں اور سیکولر حکومت نے انہیں ہر قسم کی سہولتیں حاصل ہیں۔

یہ باتیں ہمیں اس لئے لکھنی پڑیں کہ ابھی حال میں بمبئی کے ایک مرہٹی اخبار نے جس کا نام "وسنت" ہے دلآزاری کا ایک نیا گل کھلایا ہے۔ جس پر مسلمانوں کا مشتعل اور رنجیدہ ہونا قدرتی بات ہے۔ اس مرہٹی میگزین میں جس عنوان کے ساتھ مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کیا ہے۔ وہ بجائے خود اس قدر اشتعال انگیز مفسدہ کو آسودہ انگیز کا دور ہوتا تو نہ معلوم کیا ہو جاتا۔ اب اس سیکولر حکومت میں مسلمان اس قدر مجبور ہو گیا ہے کہ وہ زبانی احتجاج کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ اس مرہٹی میگزین نے ایک بناوٹی کہانی پر جو عنوان لگایا ہے وہ "محمد کی دھوکا بازی" ہے۔ یونکہ یہ شرپسند لوگ خود تاریخی طور پر غیر مہذب ہیں۔ اس لئے انہیں بڑے سے بڑا انسان بھی دھوکہ باز نظر آتا ہے۔ یہ ذلیل لوگ روحانی دنیا کے پیشوائے اعظم کی بارگاہ میں دریدہ دہنی اور خرمستی کا ثبوت دے کر اپنی تاریخی سفلہ پن کا ثبوت بہم پہنچا رہے ہیں۔ انہیں ذرا پرواہ نہیں کہ اسلام کے پیغمبر کی شان میں گستاخی کرنا پورے عالم اسلام کا دل دکھانا ہے۔

اس مرہٹی میگزین نے اشتعال انگیز عنوان کے ساتھ یہ من گھڑت داستان شائع کی ہے کہ "آپ نے ایک کبوتر کو سدھار رکھا تھا جو آپ کا اشارہ پاتے ہی ان کے کان کے قریب آتا تھا اور کان میں رکھے ہوئے اناج کے دانے کو اڑا جاتا تھا اور وہ اس طرح لوگوں کو دھوکا دیتے تھے کہ وہ تو اللہ کا پیغام لے کر میرے پاس آیا تھا۔"

ہمیں اس بات کی ہرگز امید نہیں کہ حکومت اس بدبختانہ اور توہین آمیز تحریر پر کوئی فوری کارروائی کرکے مسلمانوں کے زخمی دلوں پر مسرت کا پھاہا رکھے گی یا ملک کے اخبارات یک زبان ہو کر اس کی مذمت کریں گے یا وزیر داخلہ پارلیمنٹ میں کوئی بیان دے کر آگ پر پانی ڈالنے کی کوشش کریں گے اگر وہ ایسا کریں گے تو یقیناً اپنا فرض انجام دیں گے۔ البتہ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ ایک ہندو ماہنامہ "سریتا" میں رام اور سیتا کے کیریکٹر کو بے نقاب کیا گیا تو فوراً سارا [illegible] ماہنامہ ضبط کر لیا گیا اور ایسی باتیں مستند حوالہ جات سے ثابت ہیں۔ مدھیہ پردیش کی حکومت نے سسٹر نیوٹی کی اس کتاب کو واپس لے لیا جو ہائر سیکنڈری اسکولوں میں پڑھائی جاتی تھی صرف اس لئے کہ اس میں رام اور سیتا کے بارے میں ایسی باتیں درج کی گئی تھیں جن سے ہندوؤں کے عام جذبات کو ٹھیس لگتی ہے احتجاج کی نوبت ہی نہ آنے دی اور سیکولر حکومت نے فوراً کتاب واپس لے لی۔ لیکن جب بابو راؤ پٹیل اسلام کی توہین کرتا ہے تو قانونی مشیر کہتے ہیں کہ اس پر مقدمہ نہیں چل سکتا۔ جب ریلیجس لیڈرز پر احتجاج ہوتا ہے تو اس وقت [illegible] کے وزیر اعظم بھی یہ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو ضبط نہیں کیا جا سکتا امرت بازار پتریکا نے مذہبی دلآزاری کی تو قانون کو سانپ سونگھ گیا۔

۱۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ فخر ہے کہ انہوں نے آزادی کے بعد ملک کے ذاتی مفادوں کی پرواہ نہیں کی اور پندرہ سال کے عرصہ میں ایک لفظ بھی نہ تو ہندو بزرگوں کی شان میں نہ ہندو مذہب کے خلاف کچھ لکھا، نہ ہندوؤں کی کتابوں پر کیچڑ اچھالا۔ یہ سعادت ان لوگوں کو برابر حاصل ہوتی رہی ہے جو اہنسا کی آڑ میں انسانوں کو ذبح کروا لیتے ہیں اور جنہوں نے قتل و غارت گری کیلئے ہمیشہ اہنسا کو آڑ بنایا ہے۔ اگرچہ کوئی شریف ہندو اس قسم کی دلآزاریوں کو پسند نہیں کر سکتا مگر سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی دلآزاری کے منصوبہ بند

۲۔ یہ طریقہ کیوں اختیار کیا گیا ہے؟ ہندوستان کے رہنما جب تک آپ زیادہ نرم رہیں گے جو آجکل مشرقی پاکستان میں [illegible] یاد کر لیجیے کبھی اپنے ہم مذہبوں کی ان حرکتوں کے خلاف زبان نہیں کھولی۔ البتہ آج تک کبھی مسلمانوں کا مذہبی دلآزاریوں کے خلاف احتجاج نہیں کیا۔ دوسروں سے ہم کیا امید رکھیں۔ (الجمعیۃ دہلی ۱۰ جولائی ۶۲)

بدر:۔ اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۰؍۷ میں شائع شدہ بعد کی خبر ہے کہ اس مرہٹی ماہنامہ [illegible] سد باب کیلئے کیا قدم اٹھاتی ہے۔

کیا وجود باری کسی ذہنی ارتقاء کی ایجاد ہے؟

(از مکرم مولوی محمد ولی الدین صاحب مولوی فاضل سلسلہ مقیم کرنول آندھرا پردیش)

قیاس آرائی یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب انسان کو کسی چیز کی حقیقت یا اس کے اسباب و محرکات کی کنہ معلوم نہ ہو تو وہ اس کے بارہ میں قیاس آرائی شروع کر دیتا ہے اور اپنی عقل سے اس قیاس کو معقولیت کا جامہ پہنانے کی کوشش کرتا ہے اور رفتہ رفتہ اس قیاس کو یقین باور کرنے پر اصرار بھی کرتا ہے اور جو شخص اس کے ایجاد کردہ قیاسی نظریہ کے خلاف لب کشائی کرتا ہے تو اسے نادانی یا کم عقلی سے تعبیر کرتا ہے۔ یہی حال آج کل کے ان کور چشم نام نہاد فلاسفروں کا ہے جو ہستی باری تعالیٰ کو بھی ارتقاء ذہنی کا نتیجہ بتلاتے ہیں۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ اس بارہ میں ان کا کوئی متفقہ خیالی نظر نہیں آتا بلکہ وہ مختلف قیاسات دوڑاتے ہیں گو یہ قیاسات اصولاً تو متفق نظر آتے ہیں کہ وجود باری کا یہ مسئلہ ذہنی ارتقاء کا نتیجہ ہے مگر ارتقائی زاویۂ فکر یعنی اس ترقی کے اسباب و منازل کی تفصیلات بالکل مختلف بلکہ بعض اوقات متخالف نظر آتی ہیں۔ اس لئے اس کی جزئیات پر الگ الگ بحث تو محال ہے البتہ اجمالاً اصولی طور پر اس نظریہ کی تغلیط پر مندرجہ ذیل دلائل کافی ہیں۔ لیکن

مسئلہ ارتقاء میں توسیع اس سے پہلے میں ان ارتقاء والوں کی ایک لغزش کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ اول اول اس مسئلہ کو حیوانات کی مختلف انواع تک محدود رکھا گیا کہ یہ چیزیں اپنی اولیٰ حالتوں سے ترقی پا کر موجودہ صورتیں اختیار کی ہوئی ہیں۔ مگر رفتہ رفتہ یہ ایک وسیع مسئلہ بن گیا اور یہاں تک اس کو بڑھایا گیا کہ انسانی تاریخ و خیالات، توہمات و عقائد سبھی سب ارتقاء کے ماتحت سمجھے جانے لگے۔ اور اسی طرح وجود باری کے عقیدہ کی توجیہ بھی مسئلہ ارتقاء کے تحت ہونے لگی۔

قائلین ارتقاء کے تین نظریات (۱) چنانچہ بعض کا یہ نظریہ ہے کہ وجود باری انسان کے جذبۂ خوف کی ایجاد ہے وہ کہتے ہیں کہ جب انسان میں شعور پیدا ہوا تو اس نے اپنے ارد گرد ایک خوفناک ماحول پایا۔ ایک ایسا پر ہول نیچر کہ مثلاً خونخوار درندے، خطرناک وبائیں اور فطرتی قحط و زلازل اور اسی طرح وہ فوق الفہم اور حیرت نما نظام شمسی جس نے انسان کے اندر حیرت و خوف کے جذبات پیدا کر دیئے اور ظاہر ہے کہ انسان ہمیشہ ان حیرت و خوف کے جذبات میں گھر کر زندگی بسر نہیں کر سکتا تھا اس لئے اپنی ڈھارس و پناہ، سکون و اطمینان کے لئے اس کے نفس نے یہ تجویز کی کہ ان خوفناک اور ڈراؤنی اشیاء کو لجاجت و خوشامد کے ذریعہ خوش و راضی کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے ان کی پوجا شروع کر دی۔ اور پھر جوں جوں انسان کا شعور ترقی کرتا گیا اور ذہنی رفعت اس کو حاصل ہوتی گئی۔ اسی نسبت سے وہ اپنے فطرتی جذبۂ خوف سے پناہ ڈھونڈتا ڈھونڈتا ایک ایسے خدا کا قائل ہو گیا جو تمام طاقتوں کا مالک ہے۔

(۲) اسی طرح ماہر نفسیات پروفیسر فرائیڈ کا ذہنی اختراع یہ ہے کہ چونکہ انسانی فطرت کی بنیاد نفسانیت و شہوت پر ہے اور ہر شخص اس دنیا میں آزادانہ طور پر ان خواہشات کو پورا نہیں کر سکتا اور جب دو افراد کی خواہش ٹکرا جائے تو لڑائی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے وہ ان خواہشات کی تکمیل صرف ایک ہی صورت میں کر سکتے تھے کہ جب انہیں آزادی اسی ایک رنگ سے ان میں رہتے اور اس کیلئے یہ امر ناگزیر ہے کہ انسان اپنی خواہشات کو دوسرے کے لئے قربان کر دے اور یہ قربانی بھی اس وقت تک محال ہے جب تک کہ اس کا معاوضہ نہ ہو لیکن چونکہ دنیا میں انسانی قربانی کا کوئی حقیقی معاوضہ نہ مل سکتا تھا۔ اس لئے اس نے ایک خیالی معاوضہ خدا تجویز کیا اور یہی خیالی معاوضہ ارتقائی منازل طے کرتا ہوا موجودہ صورت کو پہنچا۔

(۳) اس سلسلہ میں تیسرا نظریہ ماہرین اقتصادیات کی ایجاد ہے جو موجودہ تمدن سے سخت متنفر ہیں اور اساس کو بنیاد سے ہی ہلا دینا چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ وجود باری دراصل امراء و غرباء کی تمدنی کشمکش کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ ایک امیر اپنی امارت میں استقلال کے لئے یہی چاہتا ہے کہ غریب ہوشیار ہو کر اپنی مخالفت کو نہ اٹھائیں اور غرباء کو غافل رکھنے کے لئے ضروری ہوا کہ ان کے دل میں یہ خیال بٹھا دیا جائے کہ غربت و امارت وغیرہ امور مقدرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک نگران مدنی جو خوب جانتا ہے کہ نظام عالم چلانے کے لئے دولت کی تقسیم کس طرح ہونی چاہیئے۔ امیر و غریب کی تقسیم کر رکھی ہے اور اسی تقسیم پر سب انسانوں کو قانع رہنا چاہیئے۔ پس عدم مساوات کو قائم رکھنے اور امیر و غریب کی تفریق کے استحکام کی خاطر غرباء کو غافل رکھنے کے لئے امراء نے وجود باری کا یہ عقیدہ تجویز کیا ہے۔ اور ابتداءً یہ صرف خیالی تھا لیکن بعد میں رفتہ رفتہ عادتاً و حقیقتاً انسانوں میں رائج ہو گیا۔

اصولی غلطی مندرجہ بالا تینوں نظریات پیش کرنے کے بعد ناظرین نے محسوس کیا ہوگا کہ یہ صرف قیاسی نظریئے ہیں۔ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک شخص رات کے ایک دو بجے گلی سے گزر رہا ہو تو اس کے بارہ میں یہ قیاس کیا جائے کہ وہ چور ہے حالانکہ اس کے بارہ میں یہ بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ کوئی ڈاکٹر ہو یا سی آئی ڈی پولیس ہو اور یہ بھی کہ وہ کوئی ایسا مریض ہو جو نیند کی حالت میں چلنا شروع کر دیتا ہے یا ممکن ہے کہ کوئی ایسا شخص ہو جو گھر میں مریض کی حالت ناگفتہ بہ دیکھ کر ڈاکٹر کی امداد طلب کرنے جا رہا ہو۔ غرض مختلف قیاسات قائم کر کے بعض عقلی ثبوت بھی پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح ان ارتقاء والوں نے اپنے نظریات و قیاسات کے ثابت کرنے کے لئے ان لوگوں کے حالات زندگی سے استدلال کیا ہے جن کا مذہب ایک مسخ شدہ حالت میں ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک بگڑے ہوئے مذہب پر قیاس آرائی شروع کر دی جائے تو اس سے غلط نتائج اور فاحش نظریات ہی قائم کئے جا سکتے ہیں۔ اور یہی ان کی بنیادی لغزش ہے۔ ہاں اگر وہ اپنے نظریات کو انبیاء کرام کی زندگیوں پر چسپاں کر کے دکھلاتے جو دراصل مذہب کے بانی ہیں تو ایک حد تک قابل قبول ہوتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور اسی بنیادی غلطی کے باعث ان کے نظریات و قیاسات محض خیال آرائی ہی ثابت ہوتے ہیں۔ اب میں اس اصولی غلطی سے آگاہ کرنے کے بعد مندرجہ بالا سہ قیاسات پر الگ الگ مگر اجمالاً تنقیدی نظر ڈالوں گا۔

وجود باری خوف کا نتیجہ نہیں جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہستی باری کا وجود جذبۂ خوف و حیرت کا نتیجہ ہے اس لئے صحیح نہیں کہ اگر وجود باری کا عقیدہ خوف کا نتیجہ ہوتا تو اس عقیدہ کے بانی انبیاء سب سے زیادہ بزدل ہوتے اور دنیا کی مادی قوتوں سے خوف کھاتے لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ وہ اس عقیدہ کی تبلیغ و تلقین اور اس کے قیام کے سلسلہ میں اپنی جان و آبرو کو خطرہ میں ڈالتے رہے ہیں۔ اور دنیا کا کوئی خطرہ اور دنیا کا کوئی خوف ان کے پائے استقلال کو متزلزل نہ کر سکا۔ اور اسی طرح اگر یہ عقیدہ مختلف اوہام کی ایجاد ہے تو انبیاء کرام کو سب سے زیادہ توہمات میں گرفتار ہونا چاہیئے اور سب سے زیادہ شکوک و شبہات کا شکار بننا چاہیئے تھا مگر اس کے برعکس اشد ترین مخالف اور مذہب کا انکار کرنے والے بھی اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ ان کی زندگی حق الیقین کی اس بلند و بالا اور مستحکم چٹان پر قائم رہی ہے جس سے دنیا بھر کی مخالفتیں سارے خوف اور اوہام ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر یہ عقیدہ خوف کا زائیدہ تھا تو پھر عقل یہ کہتی ہے کہ جوں جوں ہم کسی نبی کے قرب زمانہ کی طرف قدم بڑھاتے جائیں اسی نسبت سے اوہام بڑھتے ہوئے نظر آنے چاہئیں مگر یہ امر واقعہ ہے کہ نبی کے اپنے زمانہ اور نبی کے قریب زمانہ میں توہمات کا نام و نشان نہیں ملتا بلکہ ہوتا یہ ہے کہ جوں جوں ایک نبی کے زمانہ سے دور ہوتے جائیں گے اسی . . . .

. . . .

. . . . بھی

اس اعتبار سے توہمات شکوک و شبہات میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ مثلاً آج مسلمانوں میں قبر پرستی، پیر پرستی، تعویذ پرستی اور جنتر منتر پرستی پائی جاتی ہے۔ اسی طرح دوسرے مذاہب میں شجر پرستی، حجر پرستی، آفتاب پرستی اور ستارہ پرستی وغیرہ غلط اور خلاف مذہب عبادات رواج پذیر ہو گئی ہیں۔ تو ایسے مسخ شدہ مذہب اور گم گشتہ راہ اہل مذاہب کے خیالات و عقائد فاسدہ اور اوہام باطلہ سے استدلال

کرنا عقلمندی کا مذاق اڑانا ہے اور یہ نتیجہ نکالنا کہ اسی طرح خدا پرستی بھی جذبۂ خوف کی ایجاد کردہ ہے قرینِ انصاف نہیں۔

پس انبیاء جو وجودِ باری کا عقیدہ دنیا میں پھیلاتے ہیں اگر جذبۂ خوف سے متاثر ہو کر اس کی تلقین کرتے ہوتے تو خود بھی بزدل ہوتے اور مختلف اوہام و شکوک و شبہات و توہمات میں سب سے زیادہ گرفتار ہوتے اور ایسی باتوں کی اشاعت درحقیقت پر زور دیتے اور پھر ان کے قریب زمانہ میں بھی ایسی باتیں رواج پذیر رہتیں۔ مگر واقعات اس کے بالکل برعکس ہیں۔ نبی کی زندگی ان چیزوں میں بسر ہوتی ہے اور نبی کے فوراً بعد یہ چیزیں نظر آتی ہیں بلکہ جن کے دل مذہب سے برگشتہ ہوتے ہیں وہ ان توہمات میں گرفتار نظر آتے ہیں اور ایسے لوگوں کے طرزِ عمل سے استدلال کرتے ہوئے وجودِ باری کو بھی خوف کا نتیجہ قرار دینا انتہائی نادانی ہے۔

فرائیڈ کے نظریہ کی تردید

اسی طرح یہ قیاس کہ جذباتی کشمکش میں توازن برقرار رکھنے کا علاج اور دوسروں کی خاطر قربانی کرنے کا خیال معاذ اللہ خدا کی صورت میں تجویز کیا گیا ایک وجہ باطل ہے کہ اگر یہ خیال درست ہوتا تو سب سے زیادہ انقباضِ طبیعت اور جذباتی کشمکش انہی لوگوں میں نظر آتی جو وجودِ باری کے ناشر تھے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ انبیاء میں ان کی عمر کے کسی حصہ میں بھی ایسا انقباض یا ایسی کشمکش پائی جاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس نبی اپنے بچپن، جوانی، ادھیڑ عمر اور بڑھاپے میں سکینت کی ایک حسین تصویر ہوتے ہیں۔ چنانچہ کسی بھی نبی کی زندگی پر نظر ڈالو سکینت ہی سکینت پاؤ گے۔ ان کو اپنی خواہشات سے کبھی جنگ نہیں کرنی پڑی۔ اور اگر بالفرض ایک نبی اپنے بڑھاپے میں وجودِ باری کے عقیدہ میں راسخ ہو کر انقباضِ طبیعت اور جذباتی کشمکش دور کر چکا تھا تو کم از کم جوانی میں یہ باتیں اس میں موجود ہوتیں لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح وجودِ باری انقباض و کشمکش جذبات کی ایجاد ہوتا تو ان انبیاء کی تعلیم میں کبھی کوئی ربط و انتظام نہ پایا جاتا اور ان کی ساری باتیں مجنونانہ ہوتیں لیکن معاملہ برعکس ہے۔ ان کی تعلیم اور ان کے احکام انتہائی حکمت پر مبنی ہوتے ہیں حتیٰ کہ دنیا عملی و علمی سیاسی و معاشی امور میں اپنی ساری دانائی انبیاء سے سیکھتی ہے۔

عدم مساوات کے نظریہ کی تردید

اور اسی طرح ماہرینِ اقتصادیات کا یہ کہنا کہ وجودِ باری کا تصور عدم مساوات کو جاری و قائم رکھنے کے لئے معرضِ وجود میں آیا مذہب پر صریح الزام ہے۔ کاش اگر وہ انبیاء کے حالاتِ زندگی اور مخلوق کے ساتھ ان کے سلوک کو ایک ادنیٰ نظر سے بھی دیکھتے تو کبھی ایسا قیاس نہ قائم کرتے اور اگر بالفرض ان کا یہ قیاس صحیح ہوتا تو پھر انبیاء کو سب سے زیادہ عدم مساوات کا حامی ہونا چاہئے تھا کیونکہ وہ اس عقیدہ کے بانی تھے مگر اس کے برعکس وہ عدم مساوات کے خلاف ایک زبردست محاذ قائم کر کے ایک ایسا معاشرہ قائم کر جاتے ہیں جس میں دنیوی ثروت و امارت کو کوئی امتیاز حاصل نہ ہوتا۔ وہ ایسی تعلیم اور ایسے احکام پیش کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں امارت و ثروت کو استقلال و دوام حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس سلسلہ میں میں اور انبیاء کی اقتصادی تعلیم سے درگذر کرتے ہوئے اس نظریہ کے قائلین کی توجہ اسلام کے اقتصادی نظام اور معاشی اصول کی طرف پھیرنا چاہتا ہوں۔ ذرا غور فرمائیے کہ کیا اسلام نے اپنی عبادات اور تہذیب و تمدن کی بنیاد مساوات پر قائم نہیں کی؟ کیا اس نے معیارِ تکریم اور وجہ تفوق امارت و ثروت اور دنیوی جاہ و حشمت کی بجائے تقویٰ و طہارت کو قرار نہیں دیا؟ اسلام میں سود کا امتناع، ایثار، زکوٰۃ کا حکم جو دراصل سرمایہ پر مستقل اور معیاری ٹیکس ہے اور اسی طرح قانونِ وراثت جو دولت کو صرف ایک شخص کی تجوری میں بند نہیں رکھتا اور اسی طرح نظامِ صدقہ و خیرات سے متعلق احکام کیا عدم مساوات اور امیر و غریب کی تفریق کو مٹانے کے لئے کامیاب علاج اور یقینی تریاق نہیں۔

علاوہ ازیں اگر امراء ہی وجودِ باری کے موجد ہوتے تو کیا وجہ ہے کہ جب بھی خدا کی توحید کو قائم کرنے کے لئے کوئی نبی کھڑا ہوتا ہے تو امراء ہی سب سے زیادہ اس کی مخالفت پر تل جاتے ہیں اور غرباء اس کی تائید میں پیش پیش رہتے ہیں۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ جب بھی کوئی خدا منوانے والی تحریک دنیا میں اٹھتی تو تمام امراء کی تائید اس کو حاصل ہونی چاہئے تھی مگر امرِ واقعہ یہ ہے کہ امراء تو پیچھے رہ جاتے ہیں اور غرباء اس تحریک کی اشاعت میں تن من دھن سب کچھ نچھاور کر دیتے ہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ عام طور پر خدا منوانے والے کے لئے ایک غریب ہی مبعوث ہوتا ہے جس کے پاس کوئی دولت اور ثروت نہیں ہوتی۔ پس ماہرینِ اقتصادیات کا یہ ظن کہ عدم مساوات اور امیر و غریب کی تفریق اور اقتصادی برتری کے قیام کی غرض سے امراء کی طرف سے وجودِ باری کا عقیدہ معرضِ وجود میں آیا صریحاً غلط ہے۔

یہ عقیدہ الہامی ہے

اب آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ یہ عقیدہ دنیا میں کیسے قائم ہوا اور کس کے ذریعہ پھیلا۔ ناظرین نے غور کیا ہوگا کہ ان لوگوں کے بے سروپا قیاسات کتنے بودے اور کمزور ہیں جو تارِ عنکبوت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ ان کی یہ لاحاصل کوشش اور بے جا اصرار ہے کہ وہ اس عقیدہ کو ذہنی ارتقاء کی ایجاد ثابت کرتے رہے ہیں۔ اگر وہ قدیم سے قدیم اقوام کے عقائد اور بعد میں آنے والی قوموں کے عقائد کا موازنہ کریں تو ان کو معلوم ہو کہ ان میں کوئی نمایاں فرق نہیں بلکہ ایسی مماثلت نظر آتی ہے جو ایک انسان کو ورطۂ حیرت و استعجاب میں ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ اور اس مماثل عقیدہ کو ہر دور میں بعض مخصوص اور معین ہستیوں نے قائم کیا ہے اور ان پاک ہستیوں کی شہادت دنیا میں مشہور ہے۔ اس زمانہ کے لوگوں نے اس کو قبول کر لیا تھا۔ اور پھر حیرت یہ کہ ان معین و مخصوص ہستیوں کا زمان و مکان بالکل مختلف ہے جن کی ایک دوسرے سے ملاقات کوئی ثابت نہیں کر سکتا الا ماشاء اللہ۔ انہوں نے ایک ایسی متماثل اور متوازن تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی جس نے بعد میں چل کر ایک عظیم انقلاب کی صورت اختیار کی۔ ذرا غور فرمائیے کہ کیا کسی ذہنی اختراع سے پیدا شدہ عقیدہ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو وہ عظیم انقلاب برپا کر سکتا ہے جو اس تعلیم نے برپا کر کے دکھلا دیا۔

بیشک انبیاء کی تعلیم ایک نئی چیز نظر آتی ہے مگر ان معنوں میں نہیں جس کو ہم ذہنی اختراع سے تعبیر کر سکیں۔ دنیا میں کئی فلاسفر ایسے گذرے ہیں اور اب بھی موجود ہیں جو اپنے ذہن سے کئی نئے خیال پیدا کرتے ہیں اور پھر بعد میں اکثر غلط بھی ثابت ہوتے ہیں۔ مگر ایسے فلاسفروں کی مخالفت نہیں کی جاتی جو نئے سے نئے نظریات قائم کرتے ہیں۔ اور اگر مخالفت کی بھی جاتی ہے تو نہایت معمولی۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ انبیاء جو عقیدہ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اس کی کتنی شدید مخالفت کی جاتی ہے۔ چھوٹا بڑا اور اپنا پرایا سبھی اس کی مخالفت پر تل جاتے ہیں اور انہی مخالف حالات میں کامیاب زندگی گزارتے ہوئے اپنا مشن قائم کر جاتے ہیں۔ ان کا خطرناک مقابلہ کیا جاتا رہا ہے۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ ارتقائی اشیاء و خیالات کی بھی کہیں اس درجہ مخالفت کی جاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ مخالفت تو کجا ان کا احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ چیزیں کب اور کس طرح اور کس زمانہ میں معرضِ وجود میں آئیں۔

پس یہ شدید مخالفت خود ثبوت ہے اس امر کا کہ اس عقیدہ کے ساتھ ارتقاء کا کوئی تعلق نہیں یعنی ذہنی ارتقاء نے اس مسئلہ کو ایجاد نہیں کیا بلکہ بذریعہ الہام انسانی ذہن میں اس کو بٹھایا گیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وجودِ باری کا عقیدہ قدیم سے قدیم اور نئی سے نئی قوم میں پایا گیا ہے۔ اور پھر من حیث المجموع اس کی ذات و صفات کے بارہ میں یکساں خیال موجود ہے۔ پس یہ ہم آہنگی اور اس عقیدہ کے قیام میں انبیاء کی شدید مخالفت اور ان سے یکساں سلوک اور ان دانا و فہیم اور پاک ہستیوں کی متفقہ شہادت اور اسی قسم کے کئی شواہد و نظائر از قبیل نشانات و پیشگوئیاں مسئلہ وجودِ باری کے ارتقائی نہ ہونے اور الہامی ہونے پر کافی دلیل ہیں۔

دعائے مغفرت

میرے بڑے بھائی جناب وہاب شاہ صاحب بعمر ۷۰ سال مورخہ ۶/۸/۶۲ کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ مرحوم اپنے پیچھے ایک بیوہ بیوی اور بیوہ لڑکی چھوڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہو۔

خاکسار
محبوب خان احمدی ساکنہ کیرنگ
اڑیسہ

وصایا

ذیل کی وصایا منظوری سے قبل شائع کی جارہی ہیں تاکہ اگر کسی صاحب کو ان وصایا میں کسی کی وصیت کے متعلق کسی جہت سے اعتراض ہو تو وہ دفتر بہشتی مقبرہ کو فوری تفصیل کے ساتھ مطلع فرمائیں۔

سیکرٹری مقبرہ بہشتی قادیان

نمبر ۱۳۳۰۴ میں عزیزہ بیگم زوجہ عبدالصمد عرف شیخ بابے صاحب قوم مسلمان پیشہ خانہ داری عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۵۰ء ساکن چنتہ کنٹہ خورد ڈاکخانہ چنتہ کنٹہ خورد ضلع محبوب نگر دکن۔ صوبہ آندھرا پردیش بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰ اپریل ۱۹۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میری مملوکہ و مقبوضہ جائیداد جو کہ شوہر سے ... ایک ملگی پختہ موضع چنتہ کنٹہ خورد میں واقع ہے اس وقت ملگی کی بازاری قیمت ایک ہزار پانچ سو روپیہ سکہ رائج ہے۔ میں اس جائیداد کے دسویں حصہ ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ مبلغ دو سو پچاس روپے جو بذمہ شوہر ہیں اور ایک جھرا طلائی ۲ تولہ بازاری قیمت -/۲۶۰ روپے اور ایک عدد پاؤں کے کڑا ملائی جوڑی نقرئی ۵۰ تولہ بازاری قیمت -/۱۲۵ روپے اس طرح جملہ جائیداد زیور کی مجموعی رقم مبلغ چھ سو تیس روپے پانچ روپے ہوتے ہیں اس کی بھی بقدر حصہ ۱/۱۰ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں مزید کوئی جائیداد پیدا کروں تو اس کی جتنی ہو اس کی اطلاع صدر انجمن احمدیہ کو دیتی رہوں گی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم اس جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ نیز میرے مرنے کے بعد جس قدر میری جائیداد ہو گی اس پر حسب صراحت ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہو گی۔

علامت ابہام عزیزہ بیگم صاحبہ۔ گواہ شد عبدالحفیظ فرزند موصیہ ساکنہ چنتہ کنٹہ ضلع محبوب نگر دکن آندھرا پردیش۔ گواہ شد حسن محمد سیکرٹری مال جماعت احمدیہ چنتہ کنٹہ۔ گواہ شد عبدالصمد عرف شیخ بابے خاوند موصیہ

نمبر ۱۳۳۰۵ میں عبدالغنی ولد حسن محمد صاحب قوم مسلمان پیشہ تجارت عمر ۲۸ سال پیدائشی احمدی ساکن چنتہ کنٹہ خورد ڈاکخانہ چنتہ کنٹہ ضلع محبوب نگر دکن۔ آندھرا پردیش بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲ جولائی ۱۹۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ مجھ کو بذریعہ تجارت ماہانہ مبلغ -/۱۰۰ روپے (ایک سو روپے) آمدنی ہو رہی ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز اگر اس کے بعد میں اپنی زندگی میں کوئی جائیداد پیدا کروں یا آمدنی میں اضافہ ہو تو اس کی اطلاع صدر انجمن احمدیہ قادیان کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی رہے گی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ نیز میرے مرنے کے بعد جس قدر جائیداد متروکہ ثابت ہو اس جائیداد کی بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ فقط

المرقوم محمد عبدالغنی احمدی ساکن چنتہ کنٹہ خورد ۲۲ جولائی ۱۹۶۱ء۔ گواہ شد محمد عبدالمنان احمدی ساکن چنتہ کنٹہ خورد ۲۲ جولائی ۱۹۶۱ء۔ گواہ شد حسن محمد سیکرٹری مال جماعت احمدیہ چنتہ کنٹہ۔

نمبر ۱۳۳۰۶ میں بشیر احمد ڈاکوری ولد عبدالرزاق صاحب قوم مسلمان پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن چنتہ کنٹہ خورد ڈاکخانہ خاص ضلع محبوب نگر دکن صوبہ آندھرا پردیش۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲ اگست ۱۹۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے مجھ کو ماہانہ تنخواہ مبلغ -/۴۰ روپے ملازمت خانگی سے مل رہے ہیں۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں نیز اگر اس کے بعد اپنی زندگی میں کوئی جائیداد پیدا کروں یا آمدنی میں اضافہ ہو تو اس کی اطلاع صدر انجمن احمدیہ قادیان کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی رہے گی۔ اگر میں اپنی زندگی میں * داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ نیز میرے مرنے کے بعد جس قدر جائیداد متروکہ ثابت ہو اس جائیداد پر ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ فقط المرقوم ۱۲ اگست ۱۹۶۱ء العبد بشیر احمد ڈاکوری۔ گواہ شد حسن محمد سیکرٹری مال چنتہ کنٹہ ۱۲/۸/۶۱

گواہ شد محمد عبدالحفیظ چنتہ کنٹہ خورد ۱۲/۸/۶۱

نمبر ۱۳۳۰۷ میں مسمی محمد عبدالصمد عرف شیخ بابے ولد تمتال محمد صاحب قوم مسلمان پیشہ ملازمت خانگی عمر ۴۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۵۰ء ساکن چنتہ کنٹہ خورد ڈاکخانہ چنتہ کنٹہ ضلع محبوب نگر صوبہ آندھرا۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ اپریل ۱۹۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری ذاتی مکسوبہ جائیداد ایک مکان پختہ ایک منزلہ موضع چنتہ کنٹہ خورد احمدیہ محلہ میں واقع ہے۔ اس وقت مکان کی بازاری قیمت (بالعموم) چار ہزار روپے سکہ رائج الوقت ہے۔ میں اس جائیداد کے بقدر حصہ ۱/۸ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز میری ماہوار آمد تنخواہ اس وقت مبلغ -/۹۰ روپے ہے اس کی بھی وصیت ۱/۸ حصہ کی کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد میں اپنی زندگی میں مزید جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اس پر بھی اس جائیداد کا بقدر حصہ ۱/۸ کی وصیت حاوی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ نیز میرے مرنے کے بعد جس قدر میری جائیداد ہو گی۔ حسب صراحت بالا اس جائیداد کے ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ فقط المرقوم ۱۵ اپریل ۱۹۶۱ء

العبد عبدالصمد عرف شیخ بابے احمدی ساکن چنتہ کنٹہ خورد۔ گواہ شد عبدالحفیظ فرزند موصی چنتہ کنٹہ ضلع محبوب نگر آندھرا پردیش۔ گواہ شد حسن محمد سیکرٹری مال جماعت احمدیہ چنتہ کنٹہ۔

نمبر ۱۳۳۰۸ میں مسمی محمد عبدالحفیظ ولد شیخ محمد عبدالصمد صاحب عرف بابے صاحب قوم مسلمان پیشہ ملازمت خانگی۔ عمر ۲۴ سال تاریخ بیعت ۱۹۵۰ء ساکن چنتہ کنٹہ خورد ڈاکخانہ چنتہ کنٹہ خورد ضلع محبوب نگر صوبہ آندھرا پردیش بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ اپریل ۱۹۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے مجھ کو ماہانہ تنخواہ مبلغ -/۴۸ روپے ملازمت خانگی سے مل رہے ہیں۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں نیز اگر اس کے بعد میں اپنی زندگی میں کوئی جائیداد پیدا کروں یا آمدنی میں اضافہ ہو تو اس کی اطلاع صدر انجمن احمدیہ قادیان کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی رہے گی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ نیز میرے مرنے کے بعد جس قدر جائیداد ترکہ ثابت ہو اس جائیداد پر ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ فقط المرقوم ۱۵ اپریل ۱۹۶۱ء

العبد محمد عبدالحفیظ احمدی چنتہ کنٹہ خورد۔ گواہ شد حسن محمد سیکرٹری مال جماعت احمدیہ چنتہ کنٹہ۔ گواہ شد عبدالصمد عرف شیخ بابے پدر موصی ساکنہ چنتہ کنٹہ ضلع محبوب نگر دکن۔

نمبر ۱۳۳۰۹ میں مسمی سراج احمد ولد راج محمد قوم مسلمان پیشہ تجارت عمر ۲۸ سال پیدائشی احمدی ساکن چنتہ کنٹہ خورد ضلع محبوب نگر صوبہ آندھرا بقائمی ہوش و حواس آج بتاریخ ۲۳ جولائی ۱۹۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت کوئی ذاتی جائیداد نہیں ہے۔ مجھ کو بذریعہ تجارت ماہانہ مبلغ -/۸۰ روپے آمدنی ہو جاتی ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز اگر اس کے بعد میں اپنی زندگی میں کوئی جائیداد پیدا کروں یا ماہوار آمدنی میں اضافہ ہو تو اس کی اطلاع صدر انجمن احمدیہ قادیان کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی رہے گی اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ نیز میرے مرنے کے بعد جس قدر جائیداد ترکہ ثابت ہو اس جائیداد پر ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ فقط المرقوم ۲۳ جولائی ۱۹۶۱ء۔

العبد سراج احمد۔ گواہ شد محمد عبدالمنان احمدی چنتہ کنٹہ خورد ضلع محبوب نگر دکن ۲۳/۷/۶۱ گواہ شد حسن محمد سیکرٹری مال جماعت احمدیہ چنتہ کنٹہ۔

ولادت

مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۶۱ء بروز اتوار اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو [illegible] عطا فرمایا۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو لمبی عمر عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔ آمین

خاکسار رشید احمد خان درویش قادیان

* کوئی رقم یا جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں

خبریں

نئی دہلی ۱۱ راگست۔ راشٹرپتی ڈاکٹر رادھا کرشنن نے سکنڈری اینڈ ہائر ٹیچروں کی طرف سے ان کے اعزاز میں منعقد کی گئی ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ پڑھائی کو ایک پیشہ نہیں بلکہ دیش کی رضاکارانہ خدمت سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ تعلیم سے ہی کسی قوم کی قسمت بنتی یا بگڑتی ہے۔ ٹیچر کسی بھی قوم کے ہوں ان کا فرض ہے کہ وہ ہر قسم کے بچوں کے دلوں سے ایک دوسرے سے منافرت اور امتیاز ختم کریں۔ اور اُن کے ذہن میں پختگی پیدا کریں تو سمجھو کہ تعلیم کا مقصد پورا ہو گیا۔ آپ نے مزید کہا۔ مجھے پوری امید ہے کہ گورنمنٹ اور عوام ٹیچروں کی زندگی کے اس اہم پہلو کی طرف ضرور توجہ دیں گے۔ اس تقریب میں اُپ راشٹرپتی ڈاکٹر ذاکر حسین بھی موجود تھے یہ تقریب آل انڈیا پرائمری ٹیچرز فیڈریشن اور دہلی سٹیٹ ٹیچرز ایسوسی ایشن کی طرف سے منعقد کی گئی تھی۔ اس موقعہ پر اُپ راشٹرپتی ڈاکٹر ذاکر حسین نے بھی تقریر کی اور کہا کہ ٹیچر کے پیشہ سے بہتر اور اچھا کوئی کام نہیں۔ سرشتہ اچھا ٹیچر رہنے ہوئے طلباء کی بہتر تربیت کر سکتا اور وہ دنیا سے نہ کہ ان پر اپنی مہر ثبت کر دیتا ہے۔ آپ نے کہا ٹیچروں کو ان کے حقوق اور مراعات سے کوئی بھی محروم نہیں کر سکتا یہ ٹیچروں کا اپنا کام ہے کہ وہ سوسائٹی میں اپنی جگہ بنائیں۔ یہ جگہ انہیں کوئی اور شخص مانگنے سے نہیں دے گا۔ اسے حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ٹیچر اپنا کام دلی لگن اور بے غرضی سے سرانجام دیں تاکہ وہ لوگ جو کہ ٹیچروں کو کم تنخواہ دیتے ہیں ان کا موزوں احترام نہیں کرتے۔ خود اپنے آپ پر نادم ہوں۔ فیڈریشن نے استقبالیہ ایڈریس میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی مطالبہ کیا کہ ان کی ملازمت کی شرائط کو بہتر بنایا جائے اور پرائیویٹ اور سرکاری سکولوں کے ٹیچروں کی تنخواہیں یکساں کی جائیں۔ اس موقعہ پر ڈیفنس منسٹر مسٹر کرشنا مینن اور مرکزی وزیر تعلیم ڈاکٹر شریمالی بھی موجود تھے۔

چنڈی گڑھ ۱۱ راگست۔ پنجاب کے محکمہ تعلیم نے ۱۲۲ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو جونیئر بیسک ٹریننگ کی تعلیم کے لئے کلاسیں کھولنے کی جو اجازت دے رکھی تھی وہ ۶۳-۱۹۶۲ء سیشن کے سلسلہ میں واپس لے لی گئی ہے۔ چنانچہ اب گورنمنٹ سکولوں نے ملحقہ ۱۳۲ اداروں ہی جے۔ بی۔ ٹی کی ٹریننگ دے سکیں گے۔ بتلایا گیا ہے کہ ہر سال پچاس امیدواروں کو داخل کیا جائے گا جن سے کوئی فیس نہیں لی جائے گی۔ جب کہ پرائیویٹ تعلیمی ادارے داخل

روپے ماہوار فیس چارج کرتے تھے عرصہ تعلیم دو سال ہی رہے گا۔

ماسکو ۱۲ راگست۔ روس نے آج تیسرے آدمی کو خلائی جہاز میں بٹھا کر خلا میں بھیجا ہے۔ تمام اطلاعات کے مطابق جہاز کے تمام سسٹم نارمل طور پر کام کر رہے ہیں۔ خلاء میں بھیجے جانے والے تیسرے روسی آدمی کا نام میجر اندریان نکالیو ہے۔ اس سے پہلے میجر گگارین اور میجر ٹیٹوف خلاء کا چکر لگا چکے ہیں میجر نکالیو نے زمین پر ایک پیغام بھیجا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو صحیح محسوس کر رہا ہے۔ اور اس نے انتظار اور بے وزنی کے دور کا اچھی طرح سامنا کیا ہے۔ جہاز آج صبح ۱۱ بجے چھوڑا گیا۔ روسی خبر رساں ایجنسی تاس نے لکھا ہے کہ یہ اُڑان اس سال پہلے بغیر آدمی کے چھوڑے گئے روسی مصنوعی سیارہ کے بعد ہوئی ہے۔ اس کا مقصد سلسلہ مواصلات کو پورے طور پر مکمل کرنا اور خلائی جہاز اُتارنا ہے۔ خلائی جہاز ۲/۱ ۸۸ منٹ میں زمین کا چکر مکمل کر لیتا ہے روس کے پہلے خلائی مسافر میجر گگارین نے زمین کا ایک اور میجر ٹیٹوف نے ۱۷ چکر لگائے تھے امریکہ کے بھی دو آدمی خلائی سفر کر چکے ہیں ان میں پہلے کرنل گلین تھے انہوں نے بھی زمین کا ایک چکر لگایا تھا۔ میجر نکالیو نے ایک پیغام بھیجا ہے کہ اُسے زمین کا نظارہ صاف نظر آتا ہے اور اُس کی حالت بالکل ٹھیک ہے۔ بتایا گیا ہے کہ اس خلائی اُڑان کا مقصد یہ پتہ لگانا ہے کہ بے وزنی کی حالت کا کیا اثر ہوتا ہے۔

جالندھر ۱۱ راگست۔ ماسٹر گوربنتا سنگھ وزیر زراعت پنجاب نے ٹڈی دل سے متاثرہ کچھ علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد ایک انٹرویو میں بتایا کہ ٹڈی دل سے پیدا شدہ صورت حالات بڑی سنگین ہے۔ ان گوڑگانواں وردہتک کے اضلاع میں سب سے زیادہ نقصان ہوا ہے۔ آپ نے بتایا کہ آئندہ چند روز میں صورت حالات کے اور بھی زیادہ تشویشناک ہو جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ ٹڈیوں نے جو انڈے دیئے ہیں ان سے بچے نکلنے شروع ہو جائیں گے

چنڈی گڑھ ۹ راگست پتہ چلا ہے کہ شری سرمنترسنگھ ایڈوکیٹ جنرل نے پوسٹ ماسٹر سردار گوربخش سنگھ کی عدالت میں پنجاب ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ چیف جسٹس شری جی ڈی کھوسلہ کے خلاف زیر دفعہ ۵۰۰ ہتک عزت کا دعویٰ دائر کیا ہے دعویٰ میں لکھا ہے کہ شری جی ڈی کھوسلہ نے بعنوان سانپ (بالٹوں کیلئے) ایک کہانی لکھی ہے جو شری سیدی کی اہلیہ کے متعلق ہے اور اس کی اشاعت سے ان دونوں کی ہتک ہوئی ہے۔ عدالت نے شری جی ڈی کھوسلہ کے نام ۵ اکتوبر کو حاضر ہونے کے لئے سمن جاری کر دیئے ہیں کیونکہ دعویٰ قابل سماعت سمجھا گیا ہے ہندوستان میں یہ پہلی مثال ہے جبکہ ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ

جناب سردار گیان سنگھ صاحب کاہلوں حکومت پنجاب کے چیف سیکرٹری مقرر ہوئے

چنڈی گڑھ مورخہ یکم راگست۔ جناب سردار گیان سنگھ صاحب کاہلوں آئی۔ سی۔ ایس فنانشل کمشنر پنجاب کو حکومت پنجاب کے چیف سیکرٹری کے اہم عہدہ پر مقرر کیا گیا ہے اس موقعہ پر نظارت امور عامہ کی طرف سے انکی خدمت میں مبارکباد کا تار دیا گیا۔ جس کے جواب میں جناب سردار صاحب اپنے خط مورخہ ۴ راگست ۱۹۶۲ء بنام ناظر امور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپکے مبارکبادی کے تار بھجوانے پر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

دستخط گیان سنگھ کاہلوں

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ سردار صاحب موصوف کو، اس نئے عہدہ کی ذمہ داریوں کو کامیابی سے ادا کرنے کی توفیق دے۔

ناظر امور عامہ قادیان

ڈپٹی منسٹر وزارت تعلیم شریمتی ام پربھا جین کی قادیان میں تشریف آوری

قادیان ۱۰ راگست۔ آج صبح آٹھ بجے شریمتی ام پربھا جین ڈپٹی منسٹر وزارت تعلیم پنجاب بلاک کانگرس کی دعوت پر قادیان تشریف لائیں۔ سب سے پہلے انہوں نے پوسٹ آفس کے سامنے منڈی میں بلاک کانگرس کا جھنڈا لہرایا اس کے بعد محلہ دارالرحمت کے جنوب میں کھلے میدان میں کھیلوں کا مظاہرہ ہوا۔ پھر وہ گورداسپور ضروری کام کے سلئے تشریف لے گئیں۔ لنچ کے وقت واپس تشریف لائیں۔ لنچ سے فارغ ہو کر بلاک کانگرس کے ممبران کی میٹنگ میں شمولیت کی۔ اور چار بجے کے قریب احمدیہ محلہ میں تشریف لائیں اور چوک میں ان کا استقبال کیا گیا۔ اور انہوں نے مقدس مقامات کی زیارت کی۔ اور احمدیہ سکولوں کا معائنہ کیا اس کے بعد وہ محترمہ بیگم صاحبہ حضرت مرزا وسیم احمد کے پاس ایک پندرہ منٹ کے لئے گئیں اور مختلف امور پر گفتگو کرتی رہیں۔

اس موقعہ پر مہمان خانہ میں ان کی اور ان کے ساتھیوں کی لیمونیڈ اور مٹھائی سے تواضع کی گئی۔ تقریباً آدھ گھنٹہ احمدیہ محلہ میں ٹھہرنے کے بعد وہ واپس تشریف لے گئیں۔ ... عورت ... مقامات مقدسہ کی زیارت سے بہت خوشی کا اظہار کیا اور خصوصیت سے احمدیہ محلہ کی صفائی پر خوشنودی کا اظہار کیا۔ مہمان خانہ میں انہوں نے خاص طور پر احمدیہ جماعت اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان جو فرق ہے اس کے بارہ میں دریافت کیا۔ ان کی خدمت میں مندرجہ ذیل لٹریچر پیش کیا گیا۔ جو انہوں نے خوشی سے قبول کیا اور پڑھنے کا وعدہ کیا۔

(۱) سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بزبان ہندی۔
(۲) اسلامی اصول کی فلاسفی انگریزی
(۳) پیغام صلح انگریزی (۴) آسمانی پیغام اردو
(۵) احمدیہ موومنٹ ان انڈیا (انگریزی)
(۶) خصوصیات قرآن (انگریزی)

ان کتب میں سے سیرت ہندی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ کہ آپ لوگوں نے ہندی زبان میں یہ ایک مفید کتاب شائع کی ہے۔

ساڑھے پانچ بجے بعد عصر منڈی میں آپ نے اپنی تقریر میں گورنمنٹ کے ترقیاتی پلانوں کا ذکر کیا۔